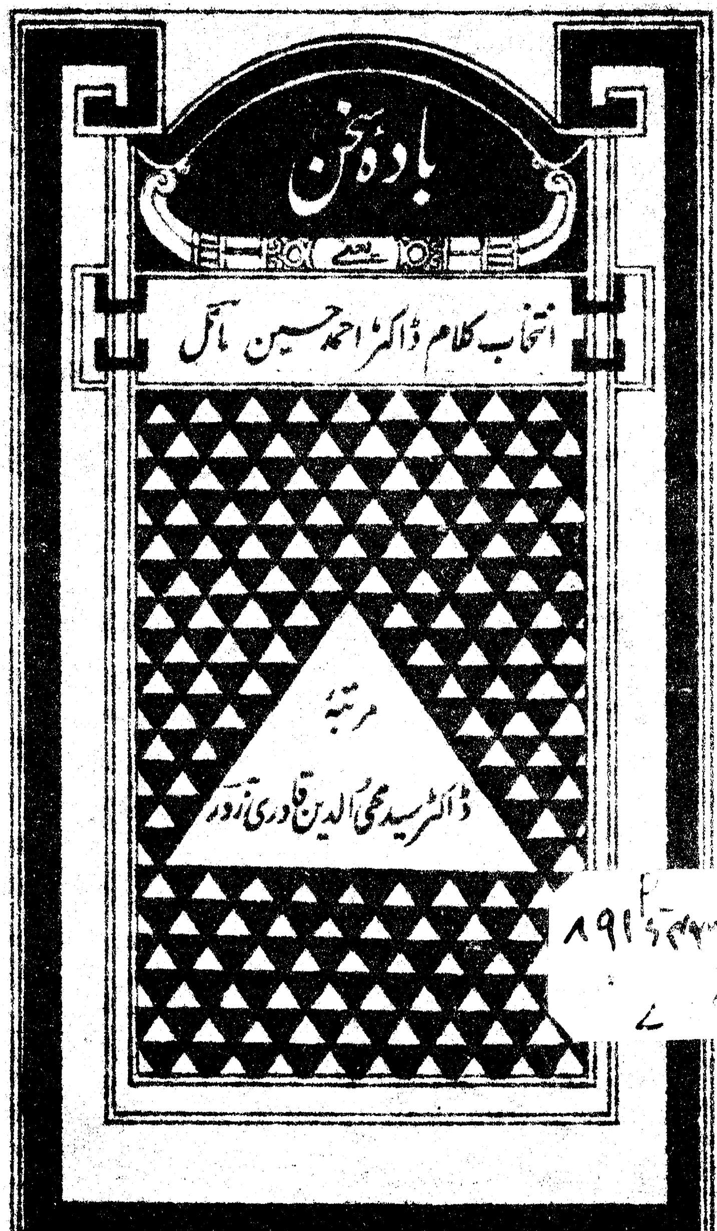

بادۂ سخن

یعنی

انتخاب کلام ڈاکٹر احمد حسین مائل

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۸۹۱ [illegible]

سلسلۂ انتخابات شعرائے دکن

بادۂ سخن

یعنی

انتخاب کلام ڈاکٹر احمد حسین مائل

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ام۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (لنڈن)

۱۹۳۵ء

مطبوعۂ اعظم اسٹیم پریس۔ چار مینار
حیدرآباد دکن

بار اول

قیمت
۱۲ر

اِس سلسلہ کی دوسری مطبوعہ کتابیں

متاعِ سخن

یعنے انتخاب کلام نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ

کیفِ سخن

یعنے اِنتخاب کلام سید رضی الدین حسن کیفی

اِن مطبوعہ انتخابات کے علاوہ اِس سلسلہ کی سرپرستی میں فی الحال حسب ذیل شعرائے دکن کے کلام پر کام ہو رہا ہے:۔

۱۔ سِراؔج ۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی

۲۔ اِیماؔن ۔ شیر محمد خاں

۳۔ فیضؔ ۔ میر شمس الدین محمد

۴۔ عصرؔ ۔ میر احمد علی

۵۔ تمیزؔ ۔ نواب محمد بدرالدین خاں معظم الملک

۶۔ صغیرؔ ۔ محمد حبیب الدین۔

فہرست

۱۔ دکن کی اُردو شاعری صفحہ ۱
۲۔ تصویر ڈاکٹر احمد حسین مائل 〃 ۱۶
۳۔ مائل اور اُن کی شاعری 〃 ۱۷
۴۔ اِنتخاب کلام مائل 〃 ۳۳

مقدمہ

۱۔ دکن کی اُردو شاعری

گذشتہ چار سو سال کے طویل عرصہ میں دکن میں سیکڑوں ایسے اُردو شاعر پیدا ہوے جن کی مسلسل خدمت گذاریوں نے جہاں اپنے ملک کے ذوقِ ادب کو جاری رکھا اور اہلِ ذوق کی وقت بوقت ضیافت کی زبان اُردو کو ہمیشہ کے لئے مالامال بھی کردیا ان کے عمل پیہم اور پرخلوص ذوقِ سخن نے اس زبان کی بنیادیں بے حد مستحکم کردیں اور اُس کے ادبی خزانہ میں ایک ایسا مستقل سرمایہ فراہم کردیا جو امتدادِ زمانہ کے بے رحم دستبرد کے بعد بھی اتنا وافر ہے کہ اُردو بولنے والوں کی نسلیں ہمیشہ اس سے متمتع ہوتی رہیں گی۔

ان قابلِ احترام خدمت گذارانِ اُردو میں سے بیسیوں ایسے ہیں جن کے کارنامے آج موجود نہیں ہیں مگر اُن کے ہمعصر یا متاخر شاعروں کے کلام میں ان کا ذکرِ خیر باقی رہ گیا ہے پچاسوں ایسے ہیں جن کے کارنامے موجود ہیں مگر جن کے حالات (اور بعض دفعہ تو مصنفوں کے نام تک) سے دنیا آج ناواقف ہے۔ اور نہ معلوم ایسے کتنے ہوں گے جن کے نام و نشان اور کارنامے دونوں اس وقت ناپید ہیں!!

تاہم اس کو اُردو زبان کی خوش قسمتی سمجھنا چاہئے یا ان قدیم اُردو شعرا کی نیک نیتی کہ مغلوں کے حملوں اور دکنی سلطنتوں کی باہمی خانہ جنگیوں اور تباہ کاریوں کے بعد سے قریب قریب ایک صدی تک مدفون رہنے کے باوجود اردو شعر و شاعری کے یہ قدیم اور بیش بہا گنجینے پھر منظر عام پر آ رہے ہیں۔ چنانچہ عہد حاضر میں اُردو کے بعض قابل ترین خدمت گذاروں نے ان کی تحقیق و تفتیش اور اشاعت میں اپنی گراں بہا زندگیاں وقف کر دی ہیں اِن باہمت افراد کی کوششوں سے اس وقت تک چند قدیم اُردو شہ کار یا اُن کے حالات و انتخابات وغیرہ منظر عام پر آ چکے ہیں مگر ابھی سیکڑوں ایسے ہیں جن کی نسبت اکثر و بیشتر سطحی معلومات ہی اردو رسالوں اور کتابوں میں پیش کی گئی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان میں سے اکثروں کو شائع کیا جائے اور اس طرح نام نیک رفتگاں کو ضائع ہونے سے بچا لیا جائے۔

ان قدیم جواہر پاروں کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے خزانۂ مطبوعات میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور اس کی تہی مائگی کی شکایت (جو اغیار کے علاوہ اکثر اپنوں سے بھی سنی جاتی ہے) دور ہو جائے گی بلکہ اُردو بولنے والوں کی موجودہ اور آنے والی نسلیں اپنی زبان اور ادب کے مختلف النوع رجحانات اور صحیح ذوق سے بہرہ مند ہو سکیں گی، ہمارے نوجوان انشا پردازوں میں احساس خود اعتمادی بڑھتا جائے گا اور وہ اپنی زبان کی قدامت اور فضیلت کے اِس ہمت افزا احساس کے ساتھ اس کی خدمت میں

گرویدہ ہو سکیں گے۔

دکن کی اردو شعر و شاعری کی تاریخ کے کئی مختلف عہد قرار دئے جا سکتے ہیں ابتدائی دور مذہبی اور صوفیانہ شعر و شاعری کا ہے جس کے متعلق اب تک چند مضامین شائع ہو چکے ہیں جن میں مولوی عبدالحق صاحب کا مضمون "اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس دور کی شاعری کے بعض چیدہ چیدہ نمونے تو منظر عام پر آ چکے ہیں مگر خاص خاص شعرا مثلاً شاہ علی گام دھنی اور شاہ برہان الدین جانم وغیرہ کے کلام کے مکمل مجموعے اب تک شائع نہ ہو سکے۔

اس ابتدائی دور میں مذہبی رنگ کی شاعری کے علاوہ دوسری قسم کی مثنویاں بھی لکھی گئیں جن میں "نظام نامہ" نمایاں حیثیت رکھتا ہے مگر ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔

اردو شاعری کا دوسرا دور خالص ادبی اور حسن کارانہ مساعی پر مبنی ہے۔ اس عہد میں مقامی اور روزمرہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی اچھی نظمیں لکھی گئیں اور ادبیات فارسی کے بہترین شہ کاروں کا ترجمہ کرنے کا خیال بھی پیدا ہوا۔

اس عہد کے سب سے بڑے شاعر معانی، وجہی، عبدل، احمد، فیروز، محمود،

حسن شوقی اور خیالی وغیرہ ہیں ان میں اول الذکر چار اساتذہ سخن کا بہت کچھ کلام موجود ہے مگر افسوس ہے کہ مکمل حالت میں شائع نہ ہو سکا۔ معانی محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸؁ تا ۱۰۲۰؁) چوتھے فرمانروائے گولکنڈہ اور بانی شہر حیدرآباد کا تخلص ہے۔ اس کے حالات اور کلام کے اقتباسات مولوی عبدالجبار خاں صوفی مرحوم نے اپنے قابل قدر تذکرہ "محبوب الزمن" میں آج سے قریب پچیس سال پہلے پیش کئے پھر آٹھ دس سال قبل مولوی عبدالحق صاحب نے "رسالہ اردو" میں اس کے کلیات پر ایک دلچسپ مضمون لکھا اور نمونہ کلام بھی شائع کیا نیز "دکن میں اردو" "اردوئے قدیم" "اردو شہ پارے" اور "جواہر سخن" وغیرہ کتابوں کے ذریعہ سے بھی اس کا کچھ نہ کچھ کلام منظر عام پر آیا ہے مگر ایک ایسے اعلیٰ پایہ استاد سخن کے مکمل گنجینۂ معانی کا شائع ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس میں جملہ اصناف سخن یعنے غزل، قصیدہ، قطعہ، مثنوی، مرثیہ وغیرہ کے وافر اور عمدہ نمونے موجود ہیں۔

عہد معانی کے شعراء میں احمد اور وجہی قابل ذکر ہیں۔ احمد نے فارسی یوسف زلیخا کا ترجمہ کیا جس پر چند ہی سال قبل پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ وجہی نے ایک اچھی مثنوی "قطب مشتری" (۱۰۱۸؁) لکھی جس میں خود معانی (محمد قلی قطب شاہ) کی مشہور آفاق عشق عاشقی کی داستان

نہایت نفاست کے ساتھ بیان کی ہے۔ یہ نظم اصل میں ابراہیم قطب شاہ کے عہد ہی میں معانی کے زمانہ ولی عہدی میں شروع کی گئی تھی۔ اس میں تلنگانہ کی مشہور رقاصہ بھاگ متی (جس کی خاطر شہر بھاگ نگر بسایا گیا جو بعد میں حیدرآباد کہلایا) کے ساتھ شہزادہ ولی عہد سلطنت (معانی) کی ضرب المثل محبت و فریفتگی کا سچا اور زندہ جاوید مرقعہ پیش کیا ہے اس وقت تک اس اہم کارنامۂ سخن کے صرف ایک ہی نسخے کا پتہ چلا ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (مگر وہاں کے کیٹلاگ مرتبہ پروفسر بلوم ہارٹ سے اس کا پتہ نہیں چلتا) راقم نے اس کو اشاعت کے لئے نقل کرنا شروع کیا تھا مگر افسوس ہے کہ پوری کتاب نقل نہونے پائی تھی کہ لندن سے روانگی کا زمانہ آگیا۔

اِس سلسلہ میں یہ ذکر شاید نامناسب نہوگا کہ ایسی عجیب و غریب مثنوی کے مصنف وجہی نے اس کے کئی سال بعد نثر میں بھی ایک عجوبۂ روزگار کتاب "سب رس" (۱۰۴۵ھ) لکھی تھی جس کو مولوی عبدالحق صاحب نے کئی نسخوں سے مقابلہ کرنے کے بعد انجمن ترقی اردو سے شائع کیا ہے۔ وجہی کے دیگر کلام میں سے چند غزلیں اور مرثیئے بھی دستیاب ہوے ہیں جو رسائل میں شائع کردئے گئے ہیں۔

اسی زمانہ کا ایک اور شاعر عبدل تھا جو بیجاپور کے فرمانروا ابراہیم عادل شاہ

ثانی نورس (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) کی قدر دانیٔ سخن کا شہرہ سنکر بیجاپور آیا تھا۔ یہاں اس نے وجہی کی طرح اپنے ولی نعمت سے متعلق ایک مثنوی "ابراہیم نامہ" لکھی جس کا تذکرہ رسالہ ہندوستانی میں چھپ چکا ہے۔

اردو شاعری کا تیسرا دور اس کا عہد زریں سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں ہر ایک صنفِ سخن میں اس درجہ ترقی دی گئی کہ اس دور کے بعض شاعروں کو خدایانِ سخن کہا جائے تو بے جا ہوگا۔

غواصی، ابن نشاطی، جنیدی، قطب، عبداللہ، شاہی، طبعی، غلام علی، رستمی، ملک خوشنود، نصرتی، شاہ امین وغیرہ اس دور کے بیسیوں شاعروں میں سے وہ چند اساتذۂ فن ہیں جن پر اردو زبان فخر کر سکتی ہے۔

غواصی اصل میں اس سے قبل کے دور کا شاعر اور مشہور ملا وجہی کا حریفِ سخن ہے مگر اس کو اسی دور میں عروج حاصل ہوا۔ اس کے کلام میں سے صرف مثنویوں اور مرثیوں کے نمونے اس وقت تک دستیاب ہوئے ہیں جن کے اقتباسات شائع بھی ہو چکے ہیں۔ اس کی مثنویاں "سیف الملوک و بدیع الجمال" (۱۰۳۵ھ) اور "طوطی نامہ" (۱۰۴۹ھ) فارسی کے بہترین اردو ترجمے ہیں، اور اُپجی معلوم ہوتے ہیں۔

جنیدی "ماہ پیکر" (۱۰۶۱ھ) کا مصنف ہے۔ اس کے متعلق پروفیسر محفوظ الحق صاحب
نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ ہندوستانی میں شائع کیا ہے جس میں اس کے کلام کے
دیل نمونے بھی درج کئے ہیں۔ ابن نشاطی اصل میں نثر نگار تھا لیکن اس نے محض
بحربتہ جو اعلیٰ پایہ مثنوی پھولبن (۱۰۶۶ھ) لکھی اس سے اس کی طبیعت کی نفاست اور
وق کی خوبی کا پتہ چلتا ہے اس کے اقتباس "اردو شہ پارے" اور "یورپ میں دکنی مخطوطات"
غیرہ میں شائع ہو چکے ہیں مگر یہ ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس سے ابھی اردو دنیا کو محروم
کھا جائے۔

قطب (سلطان محمد قطب شاہ متوفی ۱۰۳۵ھ) عبداللہ (سلطان عبداللہ قطب شاہ
توفی ۱۰۸۳ھ) اور شاہی (سلطان علی عادل شاہ ثانی متوفی ۱۰۸۳ھ) تینوں بادشاہ ہیں
ور بادشاہ سخن بھی۔ ان کے کلام کے مجموعے موجود ہیں۔ اول الذکر تاجداروں کے کلام کے
ستے "محبوب الزمن" "اردوے قدیم" "اردو شہ پارے"۔ اور "دکن میں اردو" وغیرہ میں مندرج ہیں۔
ناہی کا کلیات حال ہی میں دستیاب ہوا ہے اور اس پر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب
ے ایک مضمون "رسالہ معارف" میں چھپوایا ہے۔ یہ تینوں مجموعے اردو مطبوعات میں
ابل قدر اور اہم اضافے ہوں گے اگر یہ چھپ جائیں۔

طبعی اور غلامی گولکنڈہ کے شعرا ہیں اور اپنی شاعری کی خوبیوں اور اعلیٰ

خصوصیات کی وجہ سے سلطنت قطب شاہیہ کے آخری ملک الشعرا سمجھے جا سکتے ہیں۔ طبعی نے مثنوی "بہرام و گل اندام" (۱۰۸۱ھ) لکھی وہ ایک اچھا غزلگو بھی تھا اور دبستان وجہی سے متعلق تھا اُس نے اپنے کلام میں وجہی کی طرح معنی آفرینی اور نزاکت خیال پر زیادہ زور دیا ہے۔ غلام علی عہد ابو الحسن تانا شاہ (۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ) کا شاعر ہے۔ اس نے "پدماوت" (۱۰۹۱ھ) کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ اس کے خیالات اور طرز ادا ظاہر کرتی ہے کہ وہ طبعی کے خلاف دبستان غواصی سے متعلق تھا۔ متذکرہ دونوں مثنویوں کے اقتباسات مختلف کتابوں میں چھپ چکے ہیں۔

رستمی، ملک خوشنود، نصرتی اور شاہ امین بیجاپور کے آخری بلند پایہ اساتذہ سخن ہیں۔ اور ان سب کے کلام کے کچھ کچھ نمونے اس وقت تک منظر عام پر آ چکے ہیں۔ اول الذکر دونوں عہد محمد عادل شاہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) سے متعلق ہیں اور موخر الذکر علی عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۰۸۳ھ) اور سکندر عادل شاہ (۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ) کے عہد سے۔

رستمی زبردست ادیب، قصیدہ گو اور خطاط تھا۔ مگر اس وقت تک اس کی صرف ایک عظیم الشان اور نہایت ہی ضخیم مثنوی خاور نامہ (۱۰۵۹ھ) کا پتہ چلتا ہے جو اردو زبان کی سب سے طویل مثنوی ہے۔ اس کا نہایت مطلا و مذہب اور مصور نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ کتاب ان جملہ مثنویوں کے مقابلہ میں غالباً اول قرار دی گئی تھی جو بیجاپور کی

ملک شہر بانو بیگم کی فرمائش پر بیجاپور میں لکھی گئی تھیں۔

ملک خوشنود اصل میں گولکنڈہ ہی کا شاعر تھا مگر شہزادی خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم کے ساتھ جہیز میں بیجاپور روانہ کیا گیا تھا جہاں محمد عادل شاہ کے دربار میں اس نے اپنے ذوقِ سخن اور حسنِ سلیقہ کی وجہ سے خاص منزلت حاصل کر لی تھی۔ اس شاعر کی دو مثنویوں "یوسف زلیخا" اور "ہشت بہشت" (۱۰۵۶ھ) کا پتہ چلتا ہے جو امیر خسرو کی فارسی مثنویوں کے ترجمے ہیں۔

نصرتی شاہی کے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس کے قصائد اور مثنویاں (گلشن عشق ۱۰۶۸ھ اور علی نامہ ۱۰۷۶ھ) اردو زبان کے بہترین جواہر پارے سمجھی جا سکتی ہیں۔ اس کے حالات اور کلام کے نمونے مختلف کتابوں اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

شاہ امین الدین اعلیٰ بیجاپور کے اولیائے کرام سے ہیں۔ اچھے شاعر بھی تھے مگر افسوس ہے کہ ان کا پورا کلام اب تک شائع نہیں ہوا۔

اس دور میں متعدد مرثیہ نگار مثلاً ہاشمی، مرزا، وغیرہ بھی گذرے ہیں مگر ان کے مکمل مرثیئے اس وقت تک دستیاب نہیں ہو سکے۔

اردو شاعری کا چوتھا دور ایک عبوری زمانہ پر مشتمل ہے۔ اس میں دکن کی سیاسی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی زبان اور شاعری بھی زوال پذیر ہونے لگتی ہے مگر یہ عہد اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ اس میں شمالی ہندوستان خاصکر دار السلطنت

دہلی اُردو شعر و شاعری سے روشناس ہوا اور وہاں کے شعرا فارسی گوئی ترک کر کے اُردو شعر و سخن کی طرف مائل ہوئے۔

یہ فطرت کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ اگرچہ اس زمانہ میں بظاہر شمال کی مغل فوجوں نے دکن کو فتح کر لیا تھا مگر جہاں تک زبان و ادبیات کا تعلق ہے اصل میں دکن نے شمال کو فتح کیا۔ اگر اس وقت شہنشاہ اورنگ زیب کے ہاتھوں دکن کی سلطنتیں تباہ و برباد نہو جاتیں اور دکن کے خزائن علمیہ و ادبیہ اور گنجینہ ہائے شعر و سخن مال غنیمت بن کر مغل سپاہیوں کے ساتھ شمال نہ پہنچ جاتے، نیز دکنی شعرا اور اہل ذوق شمال میں اور شمال کے دکن میں آنے جانے نہ پاتے اور اس طرح اردو کی علمی و ادبی قابلیت کا اہل شمال کو احساس نہ ہونے پاتا تو نہ معلوم ابھی کتنے عرصہ تک شمالی ہندوستان میں اُردو زبان کس مپرسی کی حالت میں پڑی رہتی اور فارسی کا دور دورہ رہتا۔

یہ زمانہ صحیح معنوں میں دورِ اختلاط کہا جا سکتا ہے کیونکہ صدیوں کے اختلاف و جدائی کے بعد اس عہد میں دکن اور شمال میں ایک گونہ تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت دکن کے شاعروں میں جنہوں نے شمال کا سفر کیا ولی، آزاد، فراقی، عزلت، اور دردمند وغیرہ اور شمال کے شاعروں میں جو دکن آئے تھے ندیم، زٹلی، فطرت، آرزو وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان شعرا کے باہمی میل جول کے علاوہ جو واقعہ دہلی میں اُردو شاعری کے آغاز کا باعث ہوا (اور جس کا ذکر ابھی کیا گیا)

دکن کی اکثر و بیشتر اردو کتابوں کا اورنگ زیب کی فتحمند فوجوں کے ساتھ مال غنیمت بن کر شمالی ہند میں پہنچ جاتا ہے۔

اردو شاعری کے اس چوتھے دور کے سیکڑوں دکنی شاعروں کا پتہ چلتا ہے مگر ان میں جو زیادہ مشہور ہیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ عشرتی، عاجز، ولی اورنگ آبادی، ولی ویلوری، فراقی، سراج، غزلت، وجدی، آگاہ، داؤد، صارم وغیرہ اور مرثیہ نگاروں میں ہاشم علی، ذوقی، روحی، رضی، مرزا، قادر، غلامی، کاظم وغیرہ

اول الذکر دو کے کچھ حالات اور کلام کے نمونے شائع ہو چکے ہیں مگر ان کی مثنویاں "دیپک پتنگ" "چت لگن" اور "ملکہ مصر" وغیرہ اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔ ولی اورنگ آبادی اور ولی ویلوری دونوں کا کلام چھپ چکا ہے۔ اول الذکر کا کلیات سب سے پہلے مشہور فرانسیسی محسن اردو گارساں دتاسی نے پیرس کے شاہنشاہی دارالطبع سے شائع کیا تھا۔ اور چند سال قبل مولوی سید محمد احسن صاحب مارہروی نے کئی نسخوں سے مقابلہ کر کے اس کا اور ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ ولی دکنی کی "روضتہ الشہدا" چھپی تھی مگر اب کمیاب ہے۔

فراقی، سراج، غزلت اور آگاہ کے کلام کے صرف نمونے چھپے ہیں۔ آگاہ پر "انجمن طلبا، قدیم دارالعلوم" کے سلسلہ تالیفات اردو میں ایک چھوٹی سی کتاب چھپی تھی بعد میں پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب اور مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے اس پر تفصیلی مضامین شائع کئے۔ شاہ سراج پر مولوی غفور احمد صاحب کام کر رہے ہیں

اس دور کے مرثیہ نگاروں کا مکمل کلام اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ ان کے حالات اور کلام کے چند نمونے راقم نے رسالہ اُردو میں شائع کئے تھے۔ پھر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے بھی اس موضوع پر کئی مضمون لکھے۔

اُردو شاعری کے اس دور کی نسبت ابھی بہت کچھ معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہے

دکن کی اُردو شاعری کے پانچویں دور میں عاجز، درگاہ، شیدا، شفیق، تجلی، ایمان، قیس، چندا، شاداں، ایما، اور احسان وغیرہ قابل ذکر شعرا ہیں۔ اول الذکر دو مرثیہ گو تھے جن پر مولوی میر سعادت علی رضوی صاحب نے تحقیقی کام کیا ہے چنانچہ درگاہ پر ان کا ایک تفصیلی مضمون "مجلہ عثمانیہ" میں شائع ہوچکا ہے۔ شیدا کی اعجاز احمدی بھی ایک دلچسپ مثنوی ہے۔

شفیق کے حالات، نمونہ کلام اور تذکرہ (چمنستان شعرا) مولوی عبدالحق صاحب نے انجمن ترقی اُردو سے شائع کیا ہے۔ شاہ تجلی اس دور کی عجیب و غریب شخصیت ہیں۔ انہیں فنون لطیفہ سے خاص شغف تھا۔ ان کی حیات اور کارناموں پر پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب سرگرم کار ہیں۔ ایمان پر سید اشفاق حسین صاحب کام کر رہے ہیں اور ان کے تلامذہ قیس اور چندا پر بھی سید اشفاق حسین صاحب اور سید اختر حسن صاحب علی الترتیب مصروف کار ہیں۔

شاداں (مہاراجہ چندولال) اردو شعر و سخن کے فیاض سرپرست تھے ان کا دیوان

چھپ چکا ہے۔ مگر کچھ کلام ابھی غیر مطبوعہ ہے جس کو معین الدین صاحب رہبرؔ نے مرتب کر لیا جو ابھی شائع نہیں ہوا۔

اس دور کے اردو شعرا شمالی ہند (خاصکر دہلی) کے شاعروں سے زیادہ متاثر تھے۔ یوں تو اس سے قبل کا دور بھی اہل شمال کے میل جول کی وجہ سے ٹھیٹ دکنی طرز سخن کا تبع نہیں رہا تھا مگر اس دور کے شاعروں کی زبان دکنی ہی تھی اور ان کے اثر سے شعرائے دہلی نے بھی دکنی زبان ہی میں اشعار لکھنے شروع کئے تھے۔ مگر اس اثنا میں مظہرؔ اور ان کے زیر اثر یقینؔ سوداؔ میرؔ اور تاباںؔ وغیرہ کی مساعی نے شمال سے اس دکنی اثر کو زائل کر دیا۔ اور وہاں کے شعرا دکنی طرز کو چھوڑ کر دہلی کے اردوئے معلی کے محاورے اور زبان لکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن کے شاعروں کو بھی اپنے وطن اور اسلاف کی زبان ترک کر کے شعر و سخن کے لئے دہلی کی زبان اختیار کرنی پڑی۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ایک تو اس عرصہ میں دکن میں میرؔ سوداؔ اور یقینؔ جیسے اردو شاعر پیدا نہیں ہوے اور دوسرے چونکہ عہد قطب شاہیہ و عادل شاہیہ کے بعد سے دکن کے حکام اہل شمال ہی تھے اس لئے دکن میں شمالی ہند ہی کے شاعروں کی قدر و منزلت ہونے لگی۔ چنانچہ اس وقت تک لطفؔ، شہیدؔ، نصیرؔ، مشتاقؔ، آفاقؔ، شہرتؔ، منتؔ، کمترؔ اور صفاؔ وغیرہ جیسے بیسیوں شمال کے شعرا دکن آ چکے تھے۔

ان بیرونی شاعروں کی غیر معمولی قدر و منزلت دیکھنے کے بعد دکن کے شاعروں کو بھی انہی کی پیروی کا خیال پیدا ہوا چنانچہ اس دور کے دکنی شعرا کی زبان بالکل بدل گئی اصناف سخن کے لحاظ سے بھی وہ شمالی شعرا کے مقلد ہو گئے جس کی بنا پر طویل نظموں کا

رواج کم ہوگیا اور خاصکر رزمیہ و بزمیہ مثنویاں (جو قدیم دکنی شاعری کی جان ہیں اور جن کی وجہ سے اردو ادب کا خزانہ مالامال سمجھا جاتا ہے) اس دور سے مفقود ہونی شروع ہوئیں

دکن کی اردو شاعری کے چھٹے دور میں فیضؔ، خاموشؔ، تمیزؔ، کاپاسؔ عصرؔ، باقیؔ فیاضؔ اور ناجیؔ وغیرہ اساتذۂ فن گذرے ہیں۔ اس زمانہ میں شاعری کے بہ نسبت نثر کو زیادہ فروغ ہوا۔ یہ اصل میں دور تالیف و تراجم تھا کیونکہ اس وقت حیدرآباد میں نواب شمس الامرا اور ان کا خاندان مربی علم و فضل اور قدردان ادب تھا اور اگرچہ خود اس خاندان میں اچھے شاعر پیدا ہوئے مگر ان بزرگوں کو تاریخ و جغرافیہ کے علاوہ زیادہ تر سائنس اور ریاضی وغیرہ سے دلچسپی تھی۔

اس عہد کے شاعروں میں فیضؔ خدائے سخن سمجھے جاتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جیسا بلند مرتبہ شاعر اور کثیر التصانیف ادیب عہد قطب شاہیہ کے بعد سے حیدرآباد میں نہیں پیدا ہوا۔ ان کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی تھی چنانچہ خود اس موضوع پر ایک مبسوط تذکرہ موجود ہے۔ فیضؔ نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں جن میں سے بعض ان کی زندگی ہی میں شائع ہو چکی تھیں۔ ان کے حالات اور کلام پر مرزا سرفراز علی صاحب کام کر رہے ہیں۔

خاموشؔ اور ناجیؔ بھی اچھے شاعر تھے اول الذکر کا کلام چھپ چکا ہے وہ زیادہ تر مذہبی اور صوفیانہ رنگ میں لکھتے ہیں۔ موخر الذکر زیادہ تر نوحے لکھا کرتے تھے تمیزؔ نواب شمس الامرا کے

چھوٹے لڑکے بدرالدین خاں معظم الملک کا تخلص تھا۔ وہ ایک بڑے حسن کار اور اچھے ذکا اس دور کے وہ حیدرآبادی سخن طراز ہیں جن کی شاعری کی مدحت طرازی میں مرزا اسداللہ خاں غالب کے کئی خطوط رطب اللسان ہیں۔

دکن کے شاعروں کا ساتواں دور مائل، لمعہ، توفیق، شایق، معلی، کیفی، الم، آصف، عثمان، عزیز، دل، شاد، امجد، صغیر اور ذاہن وغیرہ صاحبان سخن پر مشتمل ہے۔ افسوس ہے کہ ان میں سے اکثر اب موجود نہیں ہیں! اس لحاظ سے شاد، عثمان، عزیز، امجد اور صغیر وغیرہ کی ہستیاں بسا غنیمت ہیں۔ اگرچہ اس دور کے اکثر شعرا کا کچھ نہ کچھ کلام چھپ چکا ہے لیکن بعض کے مجموعے نہایت کمیاب ہیں۔

اِس دور کے قریب قریب جملہ شعرا بیرون ملک کے اساتذۂ فن (جو حیدرآباد آئے) مثلاً میکش، ترکی، داغ، بیدل، امیر، نظم طباطبائی اور جلیل وغیرہ کے تلامذہ ہیں ان کے علاوہ اس عہد میں متعدد دوسرے شعرا مثلاً شیفتہ، علوی، حبیب، ضامن، جوش، صدق اور فانی وغیرہ بھی شمالی ہند سے دکن میں آئے۔

اِس دور کی اہم خصوصیت یہی ہے کہ اس میں گذشتہ دو ادوار سے قدیم معیاری اُردو یعنے دکن کی زبان کو ترک کر کے شمالی یعنے جدید معیاری اُردو پر قابو حاصل کرنے کی جو کوشش کی جارہی تھی اس کو انتہائی مدارج پر پہنچایا گیا۔ زبان کے علاوہ اِس عہد کے دکنی شعرا نے اصناف سخن میں بھی شمال کے اساتذۂ فن کے قدم بقدم رہنے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس دور کے شعرا میں شایق، توفیق، امجد، صغیر اور شاد کے کلام میں تصوف کی جھلکیں نمایاں ہیں اور ان میں سے بعض تو اردو کے بہترین عارف اور صوفی شعرا سمجھے جا سکتے ہیں۔ کیفی، ذہین اور آزاد نے عصر حاضر کی خصوصیات اور ضرورتوں کے لحاظ سے اپنی قوت سخن کے اظہار کے لئے نئے میدان پیدا کر لئے ہیں۔

دکن کی مسلسل خدمات شعر و سخن کا یہ ایک سطحی اور سرسری تبصرہ ہے۔ اس موقع پر تفصیل کی گنجایش تھی اور نہ ضرورت۔ اس حقیقت حال کا اعتراف لازمی ہے کہ اس سلسلہ میں بیسیوں ایسے شعرا کے نام شریک نہیں ہیں جو اساتذۂ فن کے رتبہ تک نہیں پہنچے یا جن کی نسبت ابھی ہماری معلومات محدود ہیں۔ وہ زمانہ آنے والا ہے جب اس قسم کے جملہ شاعر گوشہ گمنامی سے منظر عام پر آئیں گے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ اس وقت بعض نوجوان خاص خاص اساتذہ پر مشغول کار ہیں جن کا ذکر انہی صفحات میں اپنی اپنی جگہ پر درج ہو چکا ہے۔ یہاں البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ بعض احباب کی توجہ اور مشورہ سے فی الحال زمانہ حال یعنے دور ہفتم کے چند شعرا کے ایسے انتخابات شائع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے جو اردو ادب میں اضافہ کا باعث ہوں گے، اور جن کے مطالعہ سے اردو کا ذوق رکھنے والے نوجوان اپنے ذوق سخن میں ترقی کر سکیں گے۔

ڈاکٹر احمد حسین مائل بہ صفحہ

(۲)

مائل اور اُنکی شاعری

ڈاکٹر احمد حسین مائل سنہ ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد حاجی محمد رضا حسین رضاؔ ابن حاجی حافظ مُبارک احمد خاں بہادر علاقہ صرف خاص میں میر منشی تھے۔ ان کا خاندانی سلسلہ شمالی ہند میں قاضیانِ گوپامو اور مدراس میں والاجاہی خاندان سے ملا ہوا ہے۔ ان کے اجداد میں افغانستان کے سُلطان شہاب الدین فرخ شاہ اور شیخ سلیمان فاروقی خاصکر قابل ذکر ہیں۔

مائل نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین ہی سے حاصل کی۔ فارسی کے کچھ سبق اپنے والد کے استاد میر مہدی حسین ثاقب سے بھی تبرکاً لئے تھے۔ انگریزی، حساب، اقلیدس اور دیگر علوم میں کافی مہارت پیدا کی تھی چنانچہ امتحانات کی اعلیٰ اور مسلسل کامیابی کی بناء پر سرکار سے ماہانہ پچہتر روپئے الونس پاتے رہے۔ پھر مدرسہ طبابت سرکار عالی میں ساڑھے پانچ سال تک زیر تعلیم رہے۔ اس اثناء میں انہیں سالانہ وظیفہ تعلیمی بھی ملتا رہا۔ کامیابی امتحان کے بعد نواب مختار الملک کے ہاتھ سے سنہ ۱۲۹۲ھ میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔

مائل کو طب یونانی اور ہومیوپیتھک سے بھی دلچسپی تھی۔ وہ اپنے فن کے خاص ماہر تھے چنانچہ اُن کے بعض اہم علاج اضلاع سرکار عالی میں اسوقت تک زبان زد خاص و عام ہیں۔ اُن کے خاندان اور حالات زندگی کے متعلق

"تزک محبوبیہ" "تذکرہ شعراء دکن" وغیرہ میں تفصیل موجود ہے اس لئے اس مختصر انتخاب کے ساتھ ان امور کی طرف صرف اشارہ کردینا ہی کافی ہے ۔

طب کے بعد شعر و شاعری ہی مائل کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ شاعر پیدا ہوئے تھے چنانچہ بچپن ہی سے مقفیٰ فقرے اور موزوں مصرعے اُن کی زبان سے نکلا کرتے تھے۔ فارسی میں اپنے والد رضا سے اصلاح لیتے تھے اور جب سترہ سال کی عمر سے مشاعروں میں شریک ہونے لگے تو غلام امام شہید کے ہمشیرزادہ محمد سرفراز علی وصفی سے اصلاح لینی شروع کی۔ وصفی مرحوم کپتان اعجاز علی شہرت کے والد اور میجر فرحت علی سابق صدر عثمانیہ میڈیکل کالج کے چچا تھے، اور اپنے زمانے کے ماہر فن اساتذہ سخن میں شمار کیے جاتے تھے۔

مائل کی جودت طبع اور روانی سخن نے استاد کو بہت جلد اُن کی طرف مائل کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف تین سال کے عرصے میں شاگرد خود استاد بن گیا۔ چنانچہ ایک مشاعرہ میں مائل اور اُن کے ایک استاد بھائی احمد اللہ واصل نے (جو ہمیشہ مشاعروں میں اُن کے ساتھ ساتھ رہتے تھے) اپنی اپنی غزلیں سنائیں تو جہاں اکثر اصحاب نے تعریف کی بعض حاسدوں نے آوازے کسنے شروع کیے اور کہا کہ "یہ تو اپنے استاد سے لکھوا لائے ہیں" اس واقعہ سے یہ دونوں اتنا متاثر ہوئے کہ ترک شاعری کا تہیہ کرلیا اور دوسرے روز وصفی مرحوم کے یہاں اپنا تمام اثاثۂ شاعری لیے ہوئے پہنچے اور کہا کہ "یہ سب آپ کے حوالے ہے آئندہ سے

ہم شاعر نہیں"۔ استاد نے نہایت شفقت و دلسوزی سے کہا کہ "آئندہ کا ارادہ تو آئندہ پر رہا مگر یہ تو بتاؤ کہ آخر یہ برہمی کیوں ہے؟ کیا واقعہ گذرا جو تم اتنا متاثر ہوئے" مائل نے رات کے مشاعرہ کا واقعہ سُنانے کے بعد کہا کہ "اگرچہ عموماً بعض استاد اپنے شاگردوں کو بوقت اصلاح اپنے ایک دو شعر بھی دیدیا کرتے ہیں مگر حضرت کا یہ حال ہے کہ ایک آدہ مصرعہ اور شعر تو بڑی چیز ہے ایک آدہ لفظ بھی دینا پسند نہیں فرماتے۔ اور ہمارے ایسے اشعار قطعاً قلمزد فرما دئے جاتے ہیں جو ایک آدہ لفظ کی الٹ پھیر سے بہت چست ہو سکتے ہیں۔ اور بعد اصلاح صرف وہی شعر چھوڑ دئے جاتے ہیں کہ جن میں ایک لفظ بھی نہ بنایا گیا ہو۔ اس طریقۂ عمل کی یہ وضاعت بھی فرمائی گئی ہے کہ اس طریقہ سے طبیعت بڑھتی ہے۔ حقیقت حال تو یہ ہے۔ مگر ہم کو جو صلہ ملتا ہے وہ یہ کہ ہم استاد کا کلام اپنے نام سے مشاعروں میں پڑھتے ہیں"

یہ واقعہ سنکر اور اس برہمی کی کیفیت کو دیکھکر استاد متبسم ہوئے اور مُبارکباد دی۔ شاگرد حیران تھے کہ یہ مبارکباد کا کیا محل ہے؟ پھر خود ہی استاد نے کہا کہ "شکرانہ کا دوگانہ ادا کرو اور خوشی مناؤ کہ اللہ نے تم کو یہ درجہ عطا فرمایا کہ اب لوگوں کو تمہارے اور تمہارے استاد کے کلام میں کوئی امتیاز نہ رہا۔ اس سے بڑھکر اور کیا چاہتے ہو کہ تمہارے کلام کو تمہارے اُستاد کا کلام قرار دیا جاتا ہے"

مائل کی زندگی کا زیادہ تر حصہ (یعنے تقریباً تیس۳ سال) ملازمت کی وجہ سے

اضلاع ہی پر گذرا۔ البتہ وظیفہ لینے سے تین سال قبل حیدرآباد میں دواخانہ علی آباد پر تبادلہ ہو گیا تھا نماز فجر کے بعد عموماً ایک دو گھنٹے مائل کی فکر سخن کا وقت ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد بارہ بجے تک مطب میں رہتے تھے۔ واپسی اور طعام کے بعد کچھ دیر تک قیلولہ کرتے پھر پانچ چھ بجے تک مطالعۂ کتب اور جب کبھی ان کے فرزند ساتھ ہوتے تو یہ وقت درس و تدریس میں گذر جاتا۔ پانچ چھ بجے سے شب کے آٹھ نو بجے تک عموماً چار پانچ ملاقاتی روزانہ جمع رہتے۔ اور جب کبھی مہینہ دو مہینہ کے لئے حیدرآباد آتے تو صبح سے شام تک احباب کا مجمع ہوتا اور اکثر و بیشتر شعر و سخن کا چرچا رہتا۔

قیام اضلاع کے باوجود اکثر اشخاص مائل کے یہاں اپنا کلام بغرض اصلاح روانہ کرتے تھے۔ وہ جدید حضرات کو اکثر یہی ہدایت دیتے کہ ایسے اصحاب کو اپنا کلام دکھائیں جن سے بالمشافہہ اصلاح لینے کا موقع ملے۔ اکثر و بیشتر انکار کر دیتے تھے۔ لیکن پھر بھی متعدد اصحاب کے کلام پر ان کے شدید تقاضہ و اصرار کی وجہ سے نظر ڈالنی پڑتی تھی۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جن میں اہل دکن کے علاوہ اہل شمال بھی شامل تھے۔ ان کے خاص تلامذہ میں قابل ذکر یہ ہیں:۔

(۱) دائم جنگ آلم (۲) صادق جنگ علم (۳) سید یوسف حسینی اعظم (۴)
وجیہ الدین رسا (۵) مفتی اعظم علی شائق (۶) عبدالسلام راغب (۷) عبدالوہاب عاصم
(۸) خواجہ فیاض الدین وغیرہ

مائلؔ ہمدرد اور یار باش انسان تھے۔ کم استطاعت مریضوں کو اپنے صرفہ سے بمبئی سے دوائیں منگوا دیتے تھے۔ ان کے یہاں اکثر مہمانوں کا مجمع رہتا اور بعض دوستوں کی سالہا سال تک پابندی کے ساتھ ماہانہ مدد کرتے رہے۔ آخر عمر میں مذہبی رنگ بہت حاوی ہو گیا تھا حضرت آغا داؤد صاحب سے بیعت تھی۔ ان کی فرمائش پر ایک "میلاد مبارک" لکھی تھی جس کو انہوں نے بہت پسند فرمایا۔ اس کے بعد سے مائلؔ نے سوائے نعت شریف کے کچھ نہیں لکھا چنانچہ ایک نعتیہ دیوان مکمل ہو گیا تھا۔

حیدرآباد میں تبادلہ ہونے کے بعد سے فرائض منصبی کے بعد اکثر وقت مراقبہ میں گذارتے تھے یہاں تک کہ سواری میں بھی یہی عالم رہتا تھا۔ جب وظیفہ لے کر ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو اپنے مرشد کی درگاہ کے قریب آغاپورہ میں ایک مکان میں مقیم ہو گئے۔ چند روز کے بعد فالج میں مبتلا ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ سال مبتلا رہنے کے بعد ۲۲ رمضان ۱۳۳۲ھ م ۹ مہر ۱۳۲۳ف کو وفات پائی اور اپنے مرشد کی درگاہ کی سیڑھیوں کے سامنے جانبِ غرب دفن ہوئے۔

مائلؔ نے اُردو زبان کی لازوال خدمت کی ہے۔ وہ دکن کے اُن خاص خاص شاعروں میں سے ہیں جن کے کارنامے دنیائے اُردو میں ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھے جائیں گے۔ ان کے زمانہ میں دکن میں کوئی ان کا ہم پلہ شاعر نہ تھا۔ استاد الاساتذہ حضرت فیضؔ کے بعد سے اُن کے جیسا قادر الکلام پختہ مشق، اور پُرگو شاعر کوئی نہیں

پیدا ہوا۔ مائل میں وہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک حقیقی اور بلند مرتبہ شاعر میں ہونی چاہئیں۔ رفعت تخیل، فکر کامل، قادر الکلامی، شوخ طبعی اور جرات رندانہ اتنی خصوصیتیں بہت کم ایک جگہ جمع ہوسکتی ہیں اور فطرت کی یہی وہ فیاضی تھی جس نے مائل کو یکتائے عصر بنادیا۔ انہوں نے قریب قریب ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی اُن کی غزلوں میں شوخی، رندی و مستی، اور کہیں کہیں تصوف کی بھی جھلک پائی جاتی ہے، اُن کے قصیدے لفظی شان و شکوہ اور قادر الکلامی کے اچھے نمونے ہیں۔ اُن کے مرثیے اُن کے قلم کی روانی، اور قوت بیان کے دلچسپ ترجمان ہیں۔ اور ان کی رباعیاں، نوحے، میلاد نامے، نعتیہ کلام، اور منقبتیں روحانی لذتوں اور گوناگوں قلبی کیفیتوں سے مالا مال ہیں۔

مائل کے قریب قریب پندرہ ہزار شعر کا پتہ چلا ہے۔ اور جو کلام انہوں نے دوسروں کو دیدیا یا اُن کے بعد تلف ہوگیا وہ اس کے سوا ہے۔ سنہ ۱۳۲۱ھ م سنہ ۱۹۰۳ء تک اُن کے کلام کے تین مجموعے شائع ہوچکے تھے۔ دو نعت میں جن کے نام "نور ظہور" اور "ظہور نور" ہیں، اور ایک "تحفہ دکن" جس میں ہر صنف سخن کے نمونے شامل ہیں۔ یہ مجموعہ تقریباً سات ہزار شعر پر مشتمل ہے اور سنہ ۱۳۱۴ھ م سنہ ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا ہے۔ اسکی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر غزل پر مصنف کی وہ عمر درج ہے جو اسکی تصنیف کے وقت تھی "تحفہ دکن" کے بعد انہوں نے چار ہزار شعر کا اور ایک دیوان بھی مدون کیا تھا۔ اس کے علاوہ آخر عمر میں نعتیہ کلام کا بھی اور ایک دیوان مرتب

ہو گیا تھا۔ ان دونوں کے قلمی نسخے اس وقت موجود ہیں۔ اس مدون کلام کے علاوہ بہت سی غزلیں، مرثیے، رباعیاں اور معراج نامے وغیرہ خود مصنف ہی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے محفوظ ہیں۔

مائل کے اس مجموعۂ شعر و سخن کے مطالعہ سے اُن کی شخصیت کی اصلی عظمت بے نقاب ہونے لگتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے قادر الکلام اور پُرگو شاعر تھے۔ ان کے یہاں کم غزلیں ایسی ملیں گی جو دو غزلہ اور سہ غزلہ نہوں بعض بعض زمینوں میں تو انہوں نے سو سو کے قریب شعر لکھے ہیں۔

کلام مائل کی دوسری خصوصیت نہایت ہی سنگلاخ اور مشکل زمینوں میں طبع آزمائی ہے۔ شاہ نصیر اور ذوق کے بعد اردو زبان کا شاید ہی کوئی ایسا شاعر پیدا ہوا ہو جو اس خصوص میں مائل کی ہمسری کر سکے۔ اس قسم کی بعض زمینوں کی مثالیں اور ان میں مائل کے اشعار کی تعداد کے علم سے مائل کی دقت پسندی اور قدرت کلام کا ثبوت ملیگا۔

۱۔ کیوں نہ تڑپے راستے میں خاک پتھر زیر پا۔ قافیہ مضطر ردیف زیر پا شعر نمبر ۲۲
۲۔ آغوش نقش پا یہ ہے آغوش نقش پا۔ ،، ہوش ،، نقش پا ،، ،، ۴۶
۳۔ آفتاب آئے چمک کر جو سر جام شراب۔ ،، سحر ،، جام شراب ،، ،، ۲۴
۴۔ ہیں لب و خط و رخ انور سفید و سبز و سرخ۔ ،، گوہر ،، سفید و سبز و سرخ ،، ۲۵
۵۔ ہے عندلیب باغ سے دور اور شکستہ پر۔ ،، ایاغ ،، ہے دور اور شکستہ پر ،، ،، ۲۸

۶ دل میں ہیں کئی داغ برنگ پر طاؤس۔ قافیہ فرنگ ردیف پر طاؤس ۲۱
۷۔ دل لیکے اڑی کاکل جانانہ سر دوش۔ 〃 پروانہ 〃 سر دوش ۳۰
۸۔ خمیدہ ہو کر بنے گا ہر ایک تار گیسو ہلال عارض 〃 بہار 〃 گیسو ہلال عارض ۳۵
۹۔ ہے نظر میں یہ جہاں پروانہ و فانوس و شمع 〃 آسماں 〃 پروانہ و فانوس و شمع ۳۰
۱۰۔ تجھ کو لگائیں گے نظر آئینہ شانہ شمع۔ 〃 خبر 〃 آئینہ شانہ شمع ۱۴
۱۱۔ آسماں بجلی مہ انور دھواں بتی چراغ 〃 پتھر 〃 دھواں بتی چراغ ۳۱
۱۲۔ یارب ہوں میرے گھر میں گل و دل بہار و باغ 〃 نظر 〃 میں گل و دل بہار و باغ ۱۹
۱۳۔ جنبش میں زلف پر شکن ایک حرف ایک سطر 〃 چمن 〃 ایک حرف ایک سطر ۲۰
۱۴۔ خاص تحفہ میں بھیجا اے دلبر ہو سونے کا ورق 〃 خنجر 〃 ہو سونے کا ورق ۲۳
۱۵ ابتر ہے ڈوب کر وہ تا بہ گردن آب میں 〃 چلمن 〃 آب میں ۶۲
۱۶۔ فرقت کا نہیں رنج گلا اور ہی کچھ ہے۔ 〃 دوا 〃 اور ہی کچھ ہے ۳۴

مائل کے کلام میں متعدد غزلیں ایسی بھی نظر سے گذرتی ہیں جو غالباً اردو کے مشہور و معروف اساتذہ کی خاص خاص غزلوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ میر، سودا، انشا، نصیر، انیس، دبیر، ناسخ، آتش، ذوق، مومن اور غالب غرض کوئی ایسا استاد نہیں جس کی غزل قصیدہ یا رباعی وغیرہ کی زمین میں مائل نے طبع آزمائی نہ کی ہو محض تفریح طبع اور بعض وقت قدرت کلام دکھلانے کی غرض سے اس قسم کی کوشش کی گئی تھی مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آورد اور التزام کے باوجود بعض شعر

ایسے نکل پڑے ہیں جو واقعی ان اساتذۂ قدیم کے جواہر پاروں کے پہلو بہ پہلو رکھے جا سکتے ہیں۔ ممکن تھا کہ مائل کے اس قسم کے اشعار بطور نمونہ و مقابلہ یہاں پیش کیے جاتے مگر اس موضوع پر آج سے ۳۴ سال قبل مائل کے ایک شاگرد اعظم نے ۱۳۲۰ھ میں سوا دو سو ۲۲۵ صفحات کی ایک ضخیم کتاب "زمزمۂ ہند و دکن" شائع کی تھی جس میں اکثر اساتذۂ فن کے کلام کے ساتھ ساتھ مائل کے کلام کو پیش کیا گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ بعض جگہ شاگرد کا جوش عقیدت انتہائی حد کو پہنچ گیا تھا اور اسی وجہ سے استاد کی شہرت بری طرح متاثر ہوئی اور ان کی صحیح عظمت بے نقاب نہ ہوسکی۔

”زمزمۂ ہند و دکن“ اصل میں اُن معترضوں کے جواب میں لکھی گئی تھی جو ایک دکنی شاعر ہونے کی وجہ سے مائل کی استادی کا اعتراف نہیں کرنا چاہتے تھے اور زبان اور شعر و سخن کو بھی کسی خاص ملک بلکہ شہر یا محلہ کے رہنے والوں کی میراث سمجھے ہوئے تھے۔ اُس زمانہ میں اُردو کے اہل زبان صرف وہی معدودے چند خاندان یا اشخاص سمجھے جاتے تھے جو دہلی یا لکھنو کے خاص خاص محلہ جات میں سکونت پذیر تھے اور دوسرے ملک یا شہر یا محلہ کے وہ صاحبان علم و فضل یا شعر و سخن کا ذوق رکھنے والے بھی غیر اہل زبان سمجھے جاتے تھے جن کے اسلاف صدیوں سے اُردو زبان کو مادری زبان کے طور پر استعمال کرتے آتے تھے۔ اور جو سوائے اُردو کے اور کوئی زبان نہیں جانتے تھے۔ یہ مصنوعی اور مضحکہ خیز امتیاز اس درجہ مستحکم کر دیا گیا تھا کہ دوسرے مقامات کے رہنے والے بھی خود کو غیر اہل زبان سمجھنے لگے تھے اگرچہ اُن کی مادری زبان

اُردو ہی کیوں نہ ہو اور اس کے سوا وہ کوئی اور زبان بول ہی نہ سکتے ہوں۔

اُردو زبان میں اہلِ زبان اور غیر اہلِ زبان کا جھگڑا اُس وقت سے شروع ہوا جب عہد آصف الدولہ کے بعد سے خود لکھنؤ میں بڑے بڑے شاعر اور انشاپرداز پیدا ہونے لگے۔ اس وقت اہلِ لکھنؤ نے جس طرح سیاسی حیثیت سے خود مختاری کا اعلان کیا زبان میں بھی خود کو دہلی کی غلامی سے آزاد کر لیا۔ اور جیسے جیسے لکھنؤ کی تصنیف و تالیف میں اضافہ ہوتا گیا وہ ایک جداگانہ دبستان بنتا گیا۔ وہاں کے الفاظ، محاورے اور روزمرے جو پہلے غلط سمجھے جاتے تھے اور جن پر دہلی سے آئے ہوئے اصحاب اکثر معترض رہتے تھے اب مستند ہو گئے۔ یہ بغاوت اہلِ دہلی کے لئے ناگوار تھی۔ چنانچہ آپس میں چشمک بڑھنے لگی۔ اُدھر میر امن نے "باغ و بہار" میں اپنی زبان پر فخر کیا اِدھر رجب علی بیگ سرور نے "فسانۂ عجائب" میں اس کا جواب دیا کہ۔

> "اگرچہ اس ہیچمیرز کو یہ یارا نہیں کہ دعوئ اُردو زبان پر لائے یا اس افسانہ کو بطرز نثاری کسی کو سنائے۔ اگر شاہجہاں آباد کہ مسکن اہلِ زبان کبھی بیت السلطنت ہندوستان تھا۔ وہاں چندے بود و باش کرتا تو فصاحت کا دم بھرتا جیسا میر امن صاحب نے چار درویش کے قصہ میں کھیڑا کیا ہے کہ ہم لوگوں کے ذہن وحصہ میں یہ زبان آئی ہے۔ دلی کے روڑے ہیں محاوروں کے ہاتھ پاؤں توڑے ہیں۔ پتھر پڑیں ایسی سمجھ پر یہی خیال انسان کا خام ہوتا ہے۔"

مگر اہلِ لکھنؤ کی آزاد خیالی اور ایک جداگانہ دبستان کے قیام کے باوجود

ہلی والوں کا احساس تفوق نہیں مٹ سکا۔ میر مہدی مجروحؔ جن کی آنکھوں کے امنے دہلی کی محفلیں تباہ و برباد ہوگئیں مرتے دم تک دہلی کی لکھنو پر فوقیت جتاتے ہے حالانکہ اُن کے استاد غالب ہمیشہ اُنہیں ڈانٹتے رہتے تھے کہ۔

> "اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی۔ ارے اب اہل دہلی ہندو ہیں یا اہل حرفہ، یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے لکھنو کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں۔۔۔۔ قصہ مختصر شہر صحرا ہوگیا۔ اب جو کنویں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہوگیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہو جائے گا۔ اللہ اللہ دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں۔ واہ رے حسن اعتقاد۔ ارے بندۂ خدا اُردو بازار نہ رہا۔ اُردو کہاں ؟ دلی کہاں ؟"

دہلی اور لکھنو کے ان اختلافات کی وجہ سے ایک ایسا نامبارک جھگڑا اُردو ولنے والوں میں پیدا ہوگیا جس کے مضر اثرات سے اُردو اس وقت تک نجات پاسکی۔ اہل زبان اور غیر اہل زبان یا زباندان کے مابین فرق و امتیاز کرنا جس ناگوا شکل میں اُردو دنیا میں پایا جاتا ہے کسی زبان کی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ ہندوستان یں اس کی ابتدا آئے دن کے ایرانی نوواردوں کی وجہ سے ہوئی جو ہندوستان کے عالموں اور فاضلوں کو اپنے مقابلہ میں کم رتبہ سمجھتے تھے اور اپنی فوقیت کا زیادہ ر ثبوت اپنے اہل زبان ہونے سے دیتے تھے۔ ہندوستان کا فارسی شاعر یا انشاپردا

خواہ کتنا ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو ایک ادنیٰ درجہ کے ایرانی شعر گو کے مقابلہ میں ہار مان جاتا۔ یہ احساس پستی ہندوستانیوں کی رگ و پے میں اس قدر سرایت کر گیا تھا کہ ہر اہل قلم خود کو کسی نہ کسی طرح ایرانی النسل ثابت کرنا چاہتا تھا۔ قتیلؔ اور واقفؔ جو فارسی کے اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے مرزا غالبؔ کی نظر میں اس لئے ذلیل ہیں کہ ہندوستانی الاصل ہیں۔

غرض جب لکھنؤ والوں نے زبان میں اصلاح اور کانٹ چھانٹ شروع کی تو دہلی والوں نے انہیں غیر اہل زبان قرار دیکر اُس پر اعتراضات کئے اور انہیں اس کام کا اہل نہیں سمجھا۔ لیکن جب رفتہ رفتہ لکھنؤ والوں نے اپنا لوہا منوالیا تو وہ بھی اہل زبان قرار پائے۔ لیکن بعد کو خود لکھنؤ والے بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے۔

یہ مضحکہ خیز تفرقہ آج تک باقی ہے گو اتنا شدید نہیں لیکن یہ اُردو کی ہمہ گیری کے لئے مضر ہے۔ اگر اُردو کو صحیح معنوں میں ترقی کرنا اور تمام ہندوستان کی زبان کہلانا ہے تو اس قسم کے تعصبات دور ہو جانے چاہیئے۔ پروفیسر سلیم نے لکھا تھا کہ:۔

> "یہاں زبان اور قلم کے بہت سے دربان موجود ہیں جو کہتے ہیں جو الفاظ پہلے زبان میں بن چکے وہ سب سماعی ہیں ان پر قیاس کر کے نئے الفاظ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر یہ مقولہ اُن اشخاص کا ہے جو پرانی لکیر کے فقیر ہیں جو اپنی زبان کو وسیع کرنا نہیں چاہتے بلکہ بنے بنائے الفاظ کو گھٹاتے اور ترک کرتے جاتے ہیں۔ ......

اُردو زبان اب دہلی اور لکھنؤ میں محدود نہیں رہی ہے۔ وہ ان حدود کو توڑ کر

باہر نکل چکی ہے۔ اُس کے لئے اب اُسی قدر وسعت کی ضرورت ہے جس قدر
کہ ہندوستان میں وسعت ہے۔" (افادات سلیم صفحہ ۲۳)

یہی خیال مائلؔ کا بھی تھا۔ انہوں نے پروفیسر سلیمؔ کی اس تحریر سے تیس ۳۵ پنتیس سال قبل ہی سے اپنے کلام میں اسکی طرف اشارے کرنے شروع کر دیے تھے۔ اُن کو یقین تھا کہ اب اُردو اتنی محدود نہیں رہ سکتی اور اب دکن بھی لکھنؤ کی طرح غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر اپنی زبان کا لوہا منوائے گا۔ وہ کہتے ہیں۔ ع

لکھنؤ اب حیدر آباد دکن ہو جائیگا

اور یہ محض ایک شاعرانہ ترنگ ہی نہیں ہے۔ وہ صاف صاف کہے دیتے ہیں کہ اگر شعر و سخن کا یہی ذوق اور قدردانی جاری رہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ؎

دلی سے بڑھے یہ حیدر آباد
مائل جو ہو قدر اس ہنر کی

لیکن اس موقع پر اس حقیقت حال کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ مائلؔ کو جس احول سے مقابلہ کرنا پڑا وہ ان کے خیالات و معتقدات کے لحاظ سے نہایت اخوشگوار تھا۔ اغیار تو اغیار خود اُن کے اہل ملک بھی یہی سمجھتے تھے کہ مائلؔ ایک غیر اہل ربان شاعر ہیں اور وہ کسی طرح دہلی یا لکھنؤ کے کسی شاعر کے ہم پلہ بھی نہیں ہو سکتے س لئے انہوں نے اپنے کلام میں جگہ جگہ اہل ملک کی ناقدردانی کی شکایت کی ہے ہ کہتے ہیں ؎

ائل جو قدردانِ سفارش ملا تو کیا
مجھکو تو قدردانِ سخن کی تلاش ہے

مگر افسوس ہے کہ مائل کی یہ ساری کوششیں اُن کے حق میں مضر ثابت ہوئیں عام طور پر یہ خیال قائم کر لیا گیا کہ وہ ایک مغرور شاعر ہے اور اہل زبان اساتذہ کے ساتھ خواہ مخواہ مقابلہ کرتا ہے۔ اس کی اصل وجہ تو یہی تھی جو مائل نے بیان کی ہے کہ ؎

قدر مائل کی ہو کیونکر کہ ہے مائل دکنی   وہ دکھاتا ہے یہی عیب ہنر سے پہلے
نشو و نما پائی ہے دکن میں قدر ہماری کیونکر ہو گی
گھر کی مرغی دال برابر کس کو دکھائیں اپنا ہنر ہم

مائل اپنے اہل ملک کی اصل کمزوری سے واقف تھے۔ اس کو دور کرنے کی کوشش انھوں نے اس طرح سے بھی کی کہ اہل زبان شعرا کی اچھی سے اچھی غزلوں کے جواب میں خود بھی اعلیٰ درجہ کی غزلیں لکھیں اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ اگر دکن کا بھی کوئی شاعر چاہے تو برابر کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ؎

مائل نے غزل لکھی ہے مومن کی غزل پر   تھی ہند کی، اب ہو گئی دکھن کی زمین

اسی طرح وہ یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ اگر توجہ کرے تو ایک حیدرآبادی شاعر اہل دہلی یا اہل لکھنو جیسی زبان لکھ سکتا ہے ؎

توجہ اگر ہو تو اُردو ہے کیا چیز   کہ راز خدا آدمی جانتا ہے

ساتھ ہی اپنے اہل ملک کو یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ تم جن کو اہل زبان سمجھتے ہو

[illegible]

گیا ہیں جو مائل خوش بیان کئی اہل ہند تھے جمع واہ   ہوئے پہلے میرے سخن سے خوش ہوئے پھر سخن کے اثر سے خوش
وہ میں دکھن کا شاعر ہوں بتان ہند کی مجھ پر   عنایت ہے نوازش ہے کرم ہے مہربانی ہے
مرے اشعار سن کر کہتے ہیں اہل زبان مائل   دکن کا رہنے والا ہے کہ یہ ہندوستانی ہے
پھڑک جاتے ہیں اہل ہند مائل کی غزل سُنکر   دکن کے شاعروں کی بھی طبیعت ایسی ہوتی ہے
مائل کہاں سے آگئی ایسی زبان ـــــ تجھے   قائل ہیں اہل ہند تری بول چال ـــــ کے
مجھے مہر سپہر شاعری کہتے ہیں جب مائل   کہ سارے ہند میں ہے مجھ سے روشن نام دکھن کا

یہ محض شاعرانہ تعلیاں نہیں ہیں بلکہ واقعہ ہے کہ شمالی ہند کے اکثر شاعر اور اہل ذوق مائل کی زبان اور قدرت کلام کے معترف تھے اور اُن میں سے بعض تو اپنے کلام پر اُن سے اصلاح بھی لیا کرتے تھے شمس العلما حافظ نذیر احمد کے فرزند رشید بشیر الدین احمد دہلوی نے ایک دفعہ مائل کو لکھا تھا کہ:۔

> خدا خدا کر کے ایک دوست کی عنایت سے آپ کا دیوان مجھے ملا اور میں نے بغور اُسے پڑھا میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میں شاعر نہیں ادیب نہیں مگر اچھے بُرے کی تمیز مجھ میں ہے۔ اور گو اہل زبان ہونے کا فخر نہیں مگر وہاں کا رہنے والا ہوں جہاں کی زبان سند گنی جاتی ہے یعنے دہلی اور ایسے شخص سے پڑھا لکھا ہے جس کی زبان آج ہند میں بے نظیر ہے یعنے مولوی نذیر احمد مدظلہ العالی پس ان خصوصیتوں کے لحاظ سے مجھے بھی تھوڑا مذاق فہم سخن میں ہونا چاہیئے اور الحمد اللہ کہ کچھ ہے۔ میری سچی رائے ہے کہ آپ کا کلام اعجاز عجیب و غریب اثر رکھتا ہے۔ دکن کے لوگوں سے زیادہ اہل ہند کو اس کی قدر کرنی چاہیئے کہ

انہیں کے بھائیوں میں سے ایک ایسا شخص نکلا جس نے دکن کا نام روشن کیا۔"

مورخہ ۲۹ مہر ۱۳۰۹ف (ماخوذ از زمزمہ ہند و دکن صفحہ ۲۱)

مائل اپنے مقصد (یعنے اہل دکن کے احساس پستی کو دور کرنے) میں پوری طرح سے کامیاب ہو جاتے اگر ان کے ہمعصروں داغ اور امیر جیسے اعلیٰ پایہ اساتذۂ سخن سے دکن کے اہل ذوق اُس وقت مرعوب و متاثر نہ ہوتے۔ اگرچہ جودت طبع، پرگوئی اور عاشق مزاجی میں وہ داغ سے کسی طرح کم نہ تھے لیکن داغ کی طرح وہ پیشہ ور شاعر نہیں تھے اور نہ اُن کی شاعری درباری قدر افزائیوں کی وجہ سے سربلند ہو سکتی تھی۔ اُن کی ساری زندگی شہر کی شعر و سخن کی محفلوں اور اہل ذوق کے مجمعوں سے دور اضلاع اور دیہات کے دواخانوں اور مریضوں میں گذر گئی۔ اپنے اس پیشہ کی مصروفیتوں کے بعد جو کچھ وقت ملتا اس کو وہ محض اپنے فطری ذوق کی بنا پر شعر و شاعری میں صرف کرتے۔ مگر اس پُر خلوص اور بے غرض خدمت کی وجہ سے انہیں طرح طرح کی پریشانیوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک الشعراء مرزا داغ کو یہ خیال دلایا گیا کہ مائل اُن پر چوٹ کیا کرتے ہیں۔ اور دکن کے اہل ذوق طبقہ میں مائل کی روز افزوں مقبولیت کو دیکھ کر کوئی تعجب نہیں کہ داغ اس پر یقین بھی کرنے لگے ہوں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ اعلیٰ حضرت غفراں مکاں نے کبھی اُن سے مائل کی نسبت دریافت فرمایا تھا تو داغ نے یہی جواب دیا کہ "وہ شاعر تو بہت اچھے ہیں مگر مجھ پر ہمیشہ چوٹ کیا کرتے ہیں"۔ ممکن ہے کہ داغ کا یہ خیال اس لئے بھی پختہ ہو گیا

ہو کہ مائلؔ نے اپنے اہل وطن کا احساس پستی دور کرنے کے لئے بعض شعر ایسے بھی کہے جو علانیہ داغؔ کے اشعار کا جواب معلوم ہوتے ہیں مثلاً ؎

زباں کا بڑا جن کو دعویٰ ہے مائلؔ انہیں بھی تو آئی زباں آتے آتے
کیوں مادری زبان پہ ہے مدعی کو ناز مائلؔ وہ اک کنیز ہے میرے کمال کی

وصفیؔ کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے اگرچہ مائلؔ دبستانِ لکھنو سے تعلق رکھتے تھے مگر اُن کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے اِس دبستان ہی کے رنگ پر قایم نہیں رہے۔ ان کے یہاں بہت سا کلام دبستان دہلی کے رنگ میں بھی پایا جاتا ہے اور اُن کے بعض شعروں پر تو بالکل داغؔ کے اشعار کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ ان کی شاعری اصل میں ایک ایسا سنگم تھی جہاں دہلی اور لکھنو دونوں مقامات کی خصوصیات سخن ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہی تھیں۔ مائلؔ نے ان دونوں دبستانوں کو ملا کر دکن میں ایک نیا دبستان پیدا کرنے کی کوشش کی تھی اگرچہ وہ اپنے ہم خیالوں کے فقدان کی وجہ سے اس میں خاطر خواہ کامیاب نہیں رہے۔

مائلؔ کے کلام میں جہاں عریاں جذبات نگاری اور جوبن پرستی کے اشعار ملیں گے ایسے پاکیزہ اور بلند مرتبہ شعر بھی دستیاب ہوں گے جو کسی اعلیٰ پایہ صوفی یا بلند خیال شاعر کے یہاں نظر آسکتے ہیں۔ انہوں نے صنفِ نازک کی دلفریبیوں اور رخسار، مانگ، چوٹی، جوبن، اور کمر سے متعلق بعض ایسے ایسے شعر بھی لکھے ہیں جو شاید اب رکیک سمجھے جائیں۔ مگر اُس زمانہ کے مذاق اور مائلؔ کا ایک خاص رنگ دکھانے کی

خاطر اس قسم کے بعض شعر یہاں پیش کیے جاتے ہیں:-

وہ بھبوکوں کی بہاروں کی وہ ٹھنڈی چھاؤں تاروں کی   وہ پچھلی رات کا اٹھنا وہ لٹنا تیرے جوبن کا
کہتے ہو مائل مرے جوبن کا دیوانہ ہوا   ماریے دیوانہ آئے تو اسی پتھر سے آپ
یار کی چوٹی کی جمعیت شعاعوں میں نہیں   کیوں پریشاں ہو نہ اپنے موے سر سے آفتاب
ہے انکی ہلتی زلف میں موباف سرخ رنگ   اژدر ہوا میں اڑتا ہے لیکر دہن میں آگ
ہیں قدم قدم پہ قیامتیں ہیں قیامتوں میں نزاکتیں   لچک اس سے خوش وہ لچک سے خوش کمر اس سے خوش وہ کمر سے خوش
طلب کرتا ہے بوسہ وہ بھی کس سے عکس سے اپنے   جوانی میں تجھے یہ کھیل کیا سوجھا لڑکپن کا
وہ مسکرا کے پوچھتے ہیں معنئ وصال   کیا دل میں گدگداتا ہے موسم شباب کا
نہیں ہے مائل یہ شوق اچھا کہاں کی آفت کدھر کا جھگڑا   تم اپنا دل ہو کہ ان کا بوسہ لیا نہ کرنا دیا نہ کرنا
مزے یارب اڑاتے خوب ہم راتوں کو خلوت میں   فرشتوں کی جگہ حوریں جو ہوتیں دوش انساں پر
نہ کر رندوں سے واعظ بحث تو پٹ جائیگا اک دن   تری باتیں ہیں جتنی جوتیاں کھانے کی باتیں ہیں

ان شوخ اور عریاں اشعار کے مقابلہ میں رفعت تخیل، صداقت خیال اور تصوف وغیرہ سے متعلق حسب ذیل اشعار دونوں رنگوں کے درمیان تفاوت راہ کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں:-

نہو جب تک اشارہ میں نہ کچھ بولوں نہ کچھ لکھوں   بیاں تیرا دہن میرا، زباں تیری قلم میرا
ہوا جب آپ ہی اپنا تمنائی تماشائی   تجھے پہنایا جامہ نور مطلق نے مقید کا
حج کو جو میں چلا تو ملا کعبہ ہر جگہ   تو کس طرف نہ تھا ترا جلوہ کدھر نہ تھا

بنوں گا خاک راہ جستجو کی ۔۔۔ کہ ہوں پس ماندہ اک کارواں کا
چمکا جو بخت سب نے کہا مجھکو عقلمند ۔۔۔ قسمت بگڑ گئی تو کہا بے شعور تھا
جنس وحدت ہوں مگر کثرت کے بازاروں میں ہوں ۔۔۔ میں وہ یوسف ہوں جو آپ اپنے خریداروں میں ہوں
اسے سیکھا اسے پایا، اسے کھویا ۔۔۔ مجھے علم الیقیں برسوں رہا حق الیقیں برسوں
تری کثرت کا یہ غوغا ہے بھٹکے ہے جاو ۔۔۔ تیری وحدت کا یہ ایما ہے نگہباں ہوں میں

غرض مائل نے سچ کہا ہے کہ ؎

مرے دیوان میں ہر رنگ کے ہیں شعر اے مائل ۔۔۔ وہی سمجھے وہی پہچانے جو اس فن میں کامل ہے

اُن کے کلام کے ہر رنگ پر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مختصر سے مجموعۂ انتخاب کے لئے جو کچھ اس وقت لکھا گیا ہے وہ بھی اس چھوٹی سی کتاب کی محدود بساط کے لئے زیادہ ہے۔ اس انتخاب کے بارے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس میں زیادہ تر جدید ذوق اور معیاری اردو کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مائل کے کلام میں استادانہ اشعار کی ایسی فراوانی ہے کہ اگر اُن سب کا انتخاب کیا جاتا تو اس مجموعہ جیسی چار کتابین تیار ہو جاتیں۔ انہوں نے بعض الفاظ اور محاوروں کے استعمال میں دہلی اور لکھنو کے دبستانوں کے خلاف اجتہادی قوت سے کام لیا ہے اور اس ذریعہ سے اس امر کی سعی بلیغ کی ہے کہ اہل دکن کے لئے ایک نیا دبستان قایم ہو جائے مگر افسوس ہے کہ اس موقع پر ان کی اس قسم کی کوششوں کی تفصیل درج نہیں کی جا سکتی۔

آخر میں مائل کے فرزند رشید مولوی جمال احمد صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے مایۂ فخر والد کے کلام (مطبوعہ اور قلمی) اور حالات زندگی کی فراہمی میں کشادہ دلی کے ساتھ میری مدد فرمائی ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ اہم کام انجام پا سکتا۔ میں عزیزی سید ابو الفضل صاحب بی۔ اے کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میرے انتخاب کو مطبع کے قابل بنایا اور پروفوں وغیرہ کی اصلاح میں زحمت اٹھائی۔

رفعت منزل سیوماجی گوڑہ
یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۵۴ھ
مطابق ۳ جون سنہ ۱۹۳۵ء

سید محی الدین قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی لا الہ کا راز ہو لطفِ رقم میرا
کہ انگشتِ شہادت بن کے اٹھتا ہے قلم میرا
جلا کر اشتیاقِ دید نے برہم کیا مجھکو
نہاں دودِ چراغِ طور میں ہے پیچ و خم میرا
نہ میں مردہ نہ میں زندہ فنا کیسی بقا کیسی
عدم میں میری ہستی ہے میری ہستی میں عدم میرا
مرے آرام کا طالب میری تکلیف پر راغب
کرم وہ بھی کرم تیرا ستم وہ بھی ستم میرا
خدا کی جلوہ گہ میں ایک تصویرِ خیالی ہوں
نہ تن میرا نہ جاں میری نہ دل میرا نہ دم میرا
گناہوں کو مرے لکھکر فرشتے عمر بھر روئے
قیامت میں جو کھولا تو عملنامہ تھا نم میرا

تصور وقتِ مرگ آیا یہ کس جاں بخشِ عالم کا
حیاتِ جاوداں بنتا ہے رشتہ ٹوٹ کر دم کا
الٰہی گرنے والے کو اگر تو آبرو بخشے
گہر بن جائے گوشِ گل تک آ کر قطرہ شبنم کا

واہ کیا خوب مرے دلکو کھلونا سمجھے
ہیں جوانی کے تصدق یہ لڑکپن کیسا

یہ کہتے ہیں کیا آپ ہمیں دل نہیں ملتا ملتا ہے مگر آپ کے قابل نہیں ملتا
تو مجھ سے ملا تیری نظر میری نظر سے یہ کیا کہ مرے دل سے ترا دل نہیں ملتا
کیا آپ نے رکھا ہے کلیجے میں چھپا کر میرا دل مضطر دل بسمل نہیں ملتا
ملتا ہے وہ دل جسمیں یہ بت رہتے ہیں مائل جس دل میں خدا رہتا ہے وہ دل نہیں ملتا

خجل ہیں دل ہی میں کہ لب تک لا نہیں سکتے ہم انکے جور پنہاں کا وہ اپنے عشق پنہاں کا
فدا اس پر سکھائی تجھکو ایسی گفتگو جس نے مزا ہاں میں نہیں کا ہے نہیں میں ہے مزا ہاں کا

بن گیا دل سمٹ کے پہلو میں درد اعضا میں جا بجا نہ رہا
غیر کے بھیس میں وہ آئے ہیں اب نظارے میں بھی مزا نہ رہا
عشق نے دل مرا نچوڑ لیا ایک قطرہ بھی خون کا نہ رہا
نہ کیا تو نے میرے دل کو پسند اب یہ کمبخت کام کا نہ رہا

اب دل مرے پہلو میں بنایا ہے خدا نے پہلے یہ سلیماں کی انگوٹھی کا نگیں تھا
میّت پہ مری آپکے دو اشک نہ ٹپکے کیا کیا نہ گماں تھا مجھے کیا کیا نہ یقیں تھا

کیا آئی تھیں حوریں ترے گھر رات کو مہماں   کل خواب میں اجڑا ہوا فردوس بریں تھا
نکلا یہ دلِ غیر شبِ وصل کہاں سے   ظالم گرہ بندِ قبا میں تو نہیں تھا!

جھکایا سر تو نکلا عید کا چاند   مہ نو ہے خمِ گردن کسی کا
جو دیکھوں آئینہ خود کو نہ دیکھوں   نظر میں ہے رخِ روشن کسی کا

کہاں چھپاؤں الٰہی میں خانۂ دل کو   یہ مشورہ ہے بتوں میں خدا کا گھر لینا
نہ پوچھو ہم سے دل اچھا ہے یا جگر اچھا   پڑے ہیں سامنے دونوں پسند کر لینا

ملکِ حسن و عشق کا حاصل ملا   مجھکو تیرا تجھکو میرا دل ملا
کی خدا سے عاشقانہ گفتگو   کسقدر گستاخ مجھکو دل ملا
جستجو ہونے لگی جب بعد قتل   میری آنکھوں میں مرا قاتل ملا
بند کیں آنکھیں تو وہ آیا نظر   لو اندھیرے میں مہِ کامل ملا
اور مجھکو کیا ملا سرکار سے   تھوڑا تھوڑا سبکو دردِ دل ملا

مجھکو کڑھا کڑھا کے وہ مارینگے جان سے	دلبر ہوئے تو کیا میرے پیارے ہوئے تو کیا
آنکھیں کھلی بھی ہوں تو وہی سامنے رہے	آنکھوں کو بند کرکے نظارے ہوئے تو کیا

رات کو جس بت نے لیا دل مرا	صبح کو نکلا وہی قاتل مرا
چیز بہت چھوٹی ہے قیمت بڑی	مول کوئی لے نہ سکا دل مرا
جسم بھی ہے جان کی صورت عزیز	خود مری لیلیٰ ہے یہ محمل مرا

تجھے منظور ہو درشن جو اپنے روئے روشن کا	سمٹ کر آئینہ بن جائے جلوہ دشت ایمن کا
ملا کر اپنے رخ سے جسکو حور آئینہ میں دیکھے	تمہاری سیج کا وہ پھول ہو میرے چمن کا
لڑکپن وہ لڑکپن جس میں آمد ہو جوانی کی	جوانی وہ جوانی خاتمہ جس پر لڑکپن کا
وہ سرسبزی ہو دل کی آئے جنت اسکے سایہ میں	خداوندا پھلے پھولے یہ دانہ میرے خرمن کا
قیامت میں خدا کو دیکھکر پایا تو کیا پایا	مزا وہ بھی مزا کس کا اسی کافر کے درشن کا

جس دل میں بھید تھا وہ زباں پر آیا ہوا	آدم کی مشتِ خاک میں کچھ ہے ملا ہوا
سمجھے یہ التجا ہے ہمارے وصال کی	وہ ہنس پڑے بلند جو دستِ دعا ہوا

ذروں پہ مہر، مہر پہ ذرے نثار ہیں   ہر چیز میں ہے کون الٰہی چھپا ہوا

موسیٰ کو مل گیا ید بیضا تو کیا ہوا   وہ ایک داغ ہے مرے دل کا گرا ہوا
لوح طلسم کن کے ہیں اعضا مرے حروف   اٹھا ہیں نقش بن کے جو تجھ سے جدا ہوا

وعظ سنکر بھی کھلا دل نہ طلب گاروں کا   بات گھر کی نہیں ہنگامہ ہے بازاروں کا
اک قدم بڑھ کے خضر پیچھے ہٹے چار قدم   کوچۂ عشق میں کیا فرش ہے انگاروں کا
تیری تصویر پہ گرتا ہے بلائیں لینے   رنگ اڑتا ہے جو یوسف کے خریداروں کا

شیشوں نے طرح اڑائی رکوع و قیام کی   کیا ان میں ہے لہو کسی پرہیزگار کا
کیوں غش ہوے کلیم تجلائے طور پر   وہ اک چراغ تھا مرے دل کے مزار کا
کثرت کا رنگ شاہد وحدت کا ہے بناؤ   وہ ایک ہی ہے نام ہزار و ہزار کا
کیا کیا تڑپ تڑپ کے سرافیل گر پڑے   دم آگیا جو صور میں مجھ بیقرار کا

تنگ ہو کر دل مرا تیرا دہن ہو جائیگا   درد جو سینہ میں ہے لطف سخن ہو جائیگا

آپکی آنکھوں کے آگے سامری کیا چیز ہے
یہ کریں جادو تو گوسالہ ہرن ہو جائیگا
حشر کے بازار میں بے پردہ جو آئے گا تو
رنگ یوسف اڑ کے تیرا پیرہن ہو جائیگا

*

دل عشاق چراغوں کے عوض جلتے ہیں
حال روشن ہے تری انجمن آرائی کا
کیا کروگے جو تمھاری ہی تمنا نکلے
توڑتے کیوں ہو کہ یہ دل ہے تمنائی کا
موت آتی جو خضر کو تو دوبارہ جیتے
امتحاں کرتے ہیں وہ اپنی مسیحائی کا
حرم و دیر میں ہے دل میں ہے یا شہ رگ میں
آج مجھکو ہے تجسس کسی ہرجائی کا
سر محفل مری تعظیم کو فتنے اٹھے
ہے نیا ڈھنگ تری انجمن آرائی کا
گھس گیا سنگ در یار مرے سجدوں سے
جم گیا نقش مری ناصیہ فرسائی کا
کشش حسن کو اللہ سلامت رکھے
رنگ خود اڑکے لپٹتا ہے تماشائی کا

*

حضرت دل یہ تو کہیے جاکے فرمائیں گے کیا
میں نے مانا تم بلاؤگے وہ آ جائینگے کیا
دوش تک گیسو کمر تک کل قدم تک آج ہیں
تیرے گیسو تیرے قامت سے بھی بڑھ جائینگے کیا
آج باتوں سے عیاں ہے کچھ خودی کچھ بیخودی
ہم تو کھوئے جاتے ہیں مطلب وہ پا جائینگے کیا
حسن کہتا ہے نہیں ہم خوگر بے پردگی
منہ دکھا کر حشر میں پھر آپ چھپ جائینگے کیا

پیری میں دل کو عشق بت سیم بر ہوا — سوکھے ہوئے درخت میں پیدا ثمر ہوا
آنکھوں میں سحر بات میں پیدا اثر ہوا — جب بد ہوئے جوان تو لوگوں کو ڈر ہوا
اس نے جو دونوں پہلوؤں پہ ہاتھ رکھدئے — قربان دل جگر پہ تو دل پر جگر ہوا
گنجائش ان کے منہ میں قسم کھانیکی نہیں — اچھا ہوا دہن جو بہت مختصر ہوا

* * *

یاں غیر تو کیا دہیان بھی انکا نہیں آتا — آنکھوں میں ہو تم کوئی اس جا نہیں آتا
بازو نہ مرے باندھ ابھی آنکھ کھلی ہے — صیاد برابر مجھے اڑنا نہیں آتا

* * *

اچھا ہوا بیخود جو ہوا طالب دیدار — مطلب نکل آیا نگہ ہوشربا کا
ملک جلد میں ہر گو نظر آتے ہیں جدا سب — بے وجہ شکنجہ یہ نہیں ارض و سما کا

* * *

یہ رسم آپکے دربار میں نرالی ہے۔ — جو خود کو بھول کے آیا وہ بے قصور آیا

* * *

سوز انا سے جل گیا برقع حجاب کا — ذرے لگے دکھلانے جمال آفتاب کا
ہے دھیان اسکو قیس کی چشم پر آب کا — لیلی کو چاہیے کوئی محمل حباب کا

وعدہ کیا ہے رات کو آنے کا یار نے   مضمون لڑ نہ جائے زلیخا کے خواب کا
پردے میں آنکھ کے ہے کوئی بت چھپا ہوا   تار نظر ہے بند کسی کے نقاب کا
ہم وصل کی بات کہہ نہ سکے رعب حسن سے   مطلب رہا کتاب کے اندر کتاب کا
نقاش نے جگہ میرے پہلو میں چھوڑ دی   نقشہ نہ کھینچ سکا دل پر اضطراب کا
ممکن نہیں کہ حشر کے دن چپ ہیں کلیم   لپکا پڑا ہوا ہے سوال و جواب کا
ساقی ہی اڑا آتا ہے محفل میں سب کے ہوش   رندوں کو برق طور ہے شیشہ شراب کا

آنکھوں میں سحر سحر میں رنگ انقلاب کا   استاد سامری ہے زمانہ شباب کا
بجلی ہوا میں دھوپ میں مچھلی بغل میں دل   جلوہ جدا جدا ہے مرے اضطراب کا

اشارہ ہے سر محفل کسی کا   ہمارے ہاتھ میں ہے دل کسی کا
جسے دیکھا اسی پر مر رہا ہے   کوئی کشتہ کوئی بسمل کسی کا
جو پہونچا اسکے در پر اڑ گئے ہوش   لٹا توشہ سر منزل کسی کا
وہ پیچھے ہٹ کے کہتا ہم نہ لینگے   وہ آگے بڑھ کے دیتا دل کسی کا
اگر مر جائیں ہم اسکی بلا سے   وہ بے پروا نہیں مائل کسی کا

یہ کیا غضب ہے وہ کہہ رہے ہیں جو ہو اذیت گلا نہ کرنا
تڑپتے رہنا پھڑکتے رہنا دوا نہ کرنا دعا نہ کرنا
نظر تمھاری ہے پاک لیکن تماش بینوں کو کیا کروگے
کہ یہ زمانہ بہت برا ہے گلی گلی تم پھرا نہ کرنا
یہ شوخیاں بولیں گدگدا کر کھڑے ہو چپکے کیوں منہ دکھا
کہا نزاکت نے مسکرا کر نظر لگے گی ادا نہ کرنا

داور حشر نے کس سوختہ دل کو بخشا — خلد کہتا ہے جہنم سے بدل جاؤنگا
ہر جگہ تو ہے دکھا دے نہیں جلوہ مجھکو — اے خدا طور نہیں ہوں میں جو جل جاؤنگا
آپ کیوں تولکے تلوار ڈراتے ہو مجھے — غیر کا دل تو نہیں ہوں جو دہل جاؤنگا
رنگ کہتا ہے جوانی میں کسی کا مائل — چشمہ حسن حقیقی ہوں ابل جاؤنگا

باغ میں آیا تھا وہ گل سیر کو — دیکھتے ہی مجھکو ہوا ہو گیا
پھر گیا دل میرا اسی کی طرف — قبلہ جو تھا قبلہ نما ہو گیا
خواب سے ہم اٹھکے پریشاں ہیں کیوں — کون گلے ملکے جدا ہو گیا

خود کو جو کھویا تو مٹی زندگی
خود کو جو پایا تو خدا ہو گیا
دل مرا گھل گھل کے مسیحا بنا
دکھ مرا بڑھ بڑھ کے دوا ہو گیا

لحد سے اٹھ کے یا رب بن گئی جی گھبرائے مائل کا
یہ مجمع حشر کا مجمع نہیں یاران یکدل کا
ہمیں دو مرحوم کی کشمکش نے ذبح کر ڈالا
ہماری جان نکلی فرق بنکر حق و باطل کا
جو دم ٹوٹے جمال لیلی مستور ہو ظاہر
سیا ہے قیس نے تار نفس سے پردہ محمل کا
چمن میں لیلی و مجنوں کی الفت رنگ لائی ہے
رگ گل کی کھلیں فصد میں نکلا عنادل کا
تصور ہی تصور ہو تو پہنچوں عالم ہو تک
جو آنکھیں بند ہوں رستہ نظر آ جائے منزل کا

مری شہ رگ کے اندر اس نے دیکھا کسکی صورت کو
کہ صوفی کی طرح سے وجد میں خنجر ہے قاتل کا
پھرا دل میں ترے مثل غبار شیشہ ساعت
مرا اتنا سفر جتنا احاطہ میری منزل کا

لب منزل جو تھکا میرے ہی قدموں پہ گرا
تا قدم میری خوشامد کو مرا سر آیا
حشر میں مجھسے عمل کونسا پڑھ کر پھونکا
شکر شکر تیرا شکوہ میرے لب پر آیا
مشک اڑاتے ہوئے پھرتے ہیں ملک آگے جھومتے
کون کھولے ہوئے گیسوئے معنبر آیا

کھولکر زلف مسلسل کو پڑھی اسنے نماز   گھر میں اللہ کے بھی جال بچھا کر آیا
جو مسیحا کو ملا وہ تری ٹھوکر کو ملا   مال یہ دونوں کے حصے میں برابر آیا
نشۂ زیست لحد میں بھی اترتا ہی نہیں   جب فرشتوں نے اٹھایا مجھے چکر آیا

پھینک کر ساغر مے آئینہ رخ چوما   دور جمشید گیا عہد سکندر آیا
آئینہ رکھکے مقابل وہ مجھے کھلاتا   ہنسکے پھر پوچھنا مل آئی بکا کسپر آیا
میرے میخانہ میں ہے کیف شباب و پیری   شیشہ جھکتا ہوا تنتا ہوا ساغر آیا
حرم و دیر میں سو بار گدایانہ گیا   کسی گھر سے کبھی ٹکڑا نہ میسر آیا

خواہاں سب اسکی دید کے وہ تیری دید کا   میری نظر کا تارہ بنا چاند عید کا
وہ بن سنور کے آئے ہیں موقع ہے دید کا   دن حشر کا نہیں ہے یہ ہے روز عید کا
یا رب مری خودی میں ہے بیخودی کا حال   ہو لطف یک نظارے میں دونو کی دید کا
برسوں میں درد دل سے لہو ہو کے بہہ گیا   شیشہ سے گر پڑا عرق اگلی کشید کا
موسیٰ نہیں ہیں جو کروں لنترانیاں   پردہ اٹھا و بیچ سے گفت و شنید کا
ہے روشنی مزار میں سوا آفتاب کی   چہرہ چمکتا ہے کسی کے شہید کا

یا رب بڑا مزا ہو جو دوزخ کے ساتھ ساتھ نعرہ کرے بہشت بھی ھَل مِن مَزِید کا
آسان کیا ہے۔ مرکے بکھیڑوں سے چھوٹنا دشوار کیا ہے خوف عذاب شدید کا
ہے جوہر کمال خدا شکل پیر کی آئینہ جمال خدا دل مرید کا

* * *

کیوں نہ تڑپے راستہ میں خاک پتھر زیر پا دل کی بیتابی سے نقش پا ہے مضطر زیر پا
پاؤں رکھا جس دل و دیدہ میں پڑے زار گئے تیرے تلوے کی لکیریں ہیں کہ خنجر زیر پا
دل مرا تلوے کے نیچے غیر کا دل ہاتھ میں ہائے وہ ساغر ہتیلی پہ یہ ساغر زیر پا
برق ایمن ہے شرر بنکر چھپی ہر سنگ میں مثل موسیٰ ہوش اڑیں آئے جو پتھر زیر پا

* * *

جلوہ طور ہے عکس رخ تاباں کس کا مہر محشر ہے چراغ تہ داماں کس کا
وہ بھی ہے تیغ بھی ہے چرخ بھی ہے تو بھی ہے یا الٰہی یہ میرے سر پہ ہے احساں کس کا
مسکراتے ہو جو تم دیکھ کے مٹھی اپنی دل اٹھا لائے ہو رستہ سے مری جاں کس کا
دیکھ واعظ سر خم بیٹھ کے پیتا ہوں شراب یہ پری کس کی ہے یہ تخت سلیماں کس کا
بیٹھے ہیں سینکڑوں دل بیچنے والے در پہ آج منہ دیکھ کے اٹھے ہو مری جاں کس کا

* * *

بیخودی میں نظر آیا رخِ تاباں کس کا   تم نے منہ دیکھ لیا موسیٰ عمراں کس کا
تم سنور بنکے پھرے کسکی نظر میں شب کو   آئینہ خانہ بنا دیدۂ حیراں کس کا

لامکاں وہ نہیں کوئی رگِ گردن سے   اس گلی میں جو گئے ہمکو ملا گھر اپنا
ہم یہ سمجھیں کہ ملی قیمتِ یوسف ہمکو   کھوٹے داموں ہی جو بک جائے متعد اپنا
جب تلک آنکھوں سے نہ دیکھیں گے نہ دینگے دل اپنے   گر لیے بھی تو قیامت میں لیے گھر اپنا

عالمِ ظاہر میں گر کر نقشہ آدم بنا   عالمِ باطن میں حسن اسکا ابلنے جب لگا
اس کا سنگِ آستاں لایا اٹھا کر چارہ گر   دل مرا سینے میں دو دو ہاتھ اچھلنے جب لگا
میری نظروں سے تری نظریں بہت جھک کر ملیں   کوئی ارماں وقت پر دل سے نکلنے جب لگا
شاہدِ وحدت کا منہ دیکھا تو کثرت مل گئی   چاند تارے چھپ گئے سورج نکلنے جب لگا
تھیں نگاہیں محوِ نظارہ تو دل بیچین تھا   گر پڑیں مائل نگاہیں دل سنبھلنے جب لگا

بنایا پتلا جو ماء و طیں کا اتارا نقشہ جو اک حسیں کا
یہ حال تھا صورت آفریں کا مچایا غل خود ہی آفریں کا

ہماری وحشت کے سلسلے پر گماں محبت کا ہے برابر
ملا ہے دامن سے جیب آ کر تو جیب سے چاک آستیں کا
خدا ہی جانے کہ ہوں کہاں کا نہ میں یہاں کا نہ میں وہاں کا
نہ لامکاں کا نہ میں مکیں کا نہ آسماں کا نہ میں زمیں کا
کروں وہ فریاد عاشقانہ سنے نہ جسکو کبھی زمانہ
لگے اگر دل پہ تازیانہ تمھاری آواز شرمگیں کا
کھلا جو وحشت کا رنگ منہ پر جنوں پکارا یہ سر پہ چڑھکر
رہے گا لیلیٰ کے دل کے اندر یہ چاک مجنوں کی آستیں کا
کروں میں اس طرح تجھکو سجدہ دم عبادت ہو نقش پیدا
مری جبیں پر ترے قدم کا ترے قدم پر مری جبیں کا
نہیں ہے اسکا کوئی مقابل طواف کرتا ہے اُس کا منزل
ہمیشہ سورج کے گرد مائل پھرے نہ کیوں یہ کرہ زمیں کا

ہے کس کا جلوہ مری نظر میں ہے کس کی مسجد کا شوق سر میں
نشان بنتا ہے رہگزر میں کہیں قدم کا کہیں جبیں کا

جو حج کرونگا تو کیا ملے گا کہ اور ہے ذوق و شوق میرا
مزا ہو کعبے کا پھٹ کے پردہ جو ہاتھ نکلے کسی حسیں کا
وہ رنگ وحدت یہ باغ کثرت اُسی کی قدرت اسی کی حکمت
وہ اس کا جلوہ یہ میری صورت کمال ہے صورت آفریں کا
بھرے ہیں مجھ میں اسی کے جلوے اٹھے ہوئے ہیں خودی کے پردے
میں اسکے آگے وہ میرے آگے ہوں آئینہ صورت آفریں کا
اسی کے لکھنے کا میں ہوں قائل وہی ہے لکھنے کے فن میں کامل
اسی کے چومونگا ہاتھ مائل کہ جس نے لکھا یہ خط جبیں کا

منہ اپنا دیکھتا ہے دل آدمی ہیں وہ   چھوٹا سا آئینہ ہے یہ آئینہ ساز کا
کہتے ہیں سن کے تذکرہ طول عمر خضر   موئے شکستہ ہے مری زلف دراز کا

ق
تو ہی کہدے کہ ہے کس کا معشوق   ہر کوئی کہتا ہے میرا میرا
حالتیں آپ کی سنتے سنتے   پک گیا ہائے کلیجا میرا
زندگی ہے میری مانند حباب   گھر بناتا سر دریا میرا

جبتک نہ دل بنا تھا وہ بت جلوہ گر نہ تھا   منہ دیکھنے کو آئینہ۔ رہنے کو گھر نہ تھا
گھر میں چھپے تو گھر ہی سے نکلیں تجلیاں   کب جوش حسن پردۂ بیرون در نہ تھا
دیکھو تو کس طرح سے رُکا آئینہ میں عکس   اندھونکے واسطے کوئی جلوہ ادہر نہ تھا
مانگیں نہ جود تو شان کریمی کا کیا قصور   در پہ کھڑے تھے وہ کوئی دریوزہ گر نہ تھا
حج کو چلا جو میں تو ملا کعبہ ہر جگہ   تو کسطرف نہ تھا ترا جلوہ کدھر نہ تھا
الفت خدا سے تھی مگر اتنی نہ تھی مجھے   جبتک کہ مائل آپ سے میں باخبر نہ تھا

صاف کہتا ہوں خدایا وہ خدائی نہ کرے   بخشنا یاد نہ ہو جسکو گنہگار دل کا
مرے دل پہ نہ چلیں خضر کے سر پہ چلیں   نام ہی نام ہے قاتل تری تلوارونکا

یہ کس کے جلوۂ دیدار کا شہید ہوں میں   مری مزار پہ جلنے چراغ طور آیا
نماز میں مری عاشق مزاجیاں نہ گئیں   پڑھا اسی کو جس آیت میں ذکر حور آیا

شرم عصیاں سے جو رو دیا سادہ کاغذ رہ گیا   جو عملنامہ میں تھا وہ ایکدم جاتا رہا
آکے میں اس خاکداں میں جسم کے بیٹھا ہی تھا   وہ ہوا آئی کہ مثل نقش پا جاتا رہا

میں گیا جس انجمن میں لطفِ خلوت ہی ملا   وہ تصور میں مرے آتا رہا جاتا رہا
کیسی کیسی رنجشیں پامالِ لطفِ وصل ہیں   ان کے شکوے لٹ گئے میرا گلا جاتا رہا
کھو کے دل اپنا پریشاں کیوں ہو مائلؔ اسقدر   جانے والا مال تھا جاتا رہا جاتا رہا

*

پردے الٹا کر نہ دیکھیں ہم تو کس کا ہے قصور   جلوہ اپنا اسنے سو پردوں میں گھر گھر رکھدیا
کس طرح لاتا اٹھا کر مجھ میں یارب دم تھا   میں نے تو بارِ گنہ تربت کے باہر رکھدیا
میرا آنا آپکے دلمیں نہیں ممکن درست   میرے دلمیں آپکو اللہ نے کیونکر رکھدیا
بت پرستوں کا ہوا محشر میں اک محشر جدا   اپنی صورت کا جو اس نے بت بنا کر رکھدیا

*

ترے ہاتھوں میں ہیں دل کیسے کیسے   تری باتوں میں ہیں انداز کیا کیا
وہ ان کو دیکھکر میرا تڑپنا   وہ ان کا پوچھنا تجھکو ہوا کیا
وہ میرا غش میں آنا انکے آگے   وہ ان کا پوچھنا یہ مر گیا کیا؟
قسم کھائی تھی کل ہی تمنے مائلؔ   وہیں جاتے ہو پھر تمکو ہوا کیا

*

وہ جھوٹا اس کی ہر اک بات جھوٹی   سنوں میں مدعی کا مدعا کیا

ہر قدم پہ بند ہیں آنکھیں تصور میں ترے
شوق نظارہ مجھے اندھا بنا کر لیچلا

لو سر محشر خدا سے پھر گئی خلق خدا
بت بنا کر اسکی صورت کا جو آذر لیچلا

حشر میخانہ ہے یا کوئی نمایش گاہ ہے
خم فلاطوں لیچلا جمشید ساغر لیچلا

ہے مے دو آتشہ اک نردبان آسماں
جب میں پر میں گرا نشہ فلک پہ لیچلا

بنوں گا خاک راہ جستجو کی
کہ ہوں پسماندہ اک کاروانکا

نوا سنج درخت طور ہوں میں
مقام اونچا ہے میرے آشیانکا

تجلی گاہ حسن یوسفی ہے
ہر اک ذرہ غبار کاروانکا

مردے اٹھیں ہانسے جہاں تو رکھے قدم
دکھلائے معجزہ لب خاموش نقش پا

اسکی گلی سے خلد میں جائینگے بیحساب
وہ کون ہیں پائمال کفن پوش نقش پا

میں خاکسار خاک میں ہوں محو گفتگو
ہر جا مرا دہن ہے سر دوش نقش پا

آنکھوں کی پتلیاں ترے کوچہ میں گر پڑیں
بیٹھے ہیں دو فرشتے سر دوش نقش پا

ترا دل مرا دل نہو کیوں نہو   مرا دل ترا ہو گیا ہو گیا
مزے لے رہا ہوں ابھی خواب کے   جدا ہونے والا جدا ہو گیا

کچھ سمجھکر میں اٹھا سو نہ چلے کچھ بیٹھ گیا   اسکی محفل سے تیلیوں کو جو ٹلتے دیکھا
چین شوخی سے نہیں بزم ہو یا خلوت ہو   یار کو دل میں بھی پانو ہی ہلتے دیکھا

تری سج دھج کے تصدق کہ جوانی کو تری   ڈھلتے دیکھا بھی تو سانچے ہی میں ڈھلتے دیکھا
دل وہ کافر ہے وہ مضطر ہے وہ خودسر مائل   نہ سمجھتے نہ سنبھلتے نہ بہلتے دیکھا

کیا لامکاں میں آکے چھپنا ضرور تھا   میں کتنی دور تھا میرا دل کتنی دور تھا
چمکا جو بخت سب نے کہا مجھکو عقلمند   قسمت بگڑ گئی تو کہا بے شعور تھا

خدا کی ساری خدائی کو ہے چھپائے ہوئے   وہ کس کی آنکھ ہے دیکھے جو حوصلہ دل کا

عجیب بات ہے جو بات ہے محبت کی   عجب معاملہ ہے یہ معاملہ دل کا

مراقبہ میں نظر آئی سیر ظلمت کی   حباب چشمۂ حیواں ہے آبلہ دل کا
چھپا غلاف میں کعبہ فلک پہ عرش دبا   کسی سے ہو نہیں سکتا مقابلہ دل کا

* * *

ب

* * *

آفتاب آئے چمک کر جو سر جام شراب   رند سمجھیں کہ ہے صادق سحر جام شراب
تھام لے دست سبو آئے جو حلقے میں لچک   خط بغداد ہو موئے کمر جام شراب
دست ساقی میں رہے دست قدح کش میں رہے   گردن شیشۂ صہبا کمر جام شراب

* * *

بنگئی برق تجلی نظر جام شراب   خرّ موسیٰ صعقا ہے اثر جام شراب
محتسب تاک ہے ہاتھ سے توڑے کہیں   آج گدرائے ہوئے ہیں ثمر جام شراب
منہ پھراتے ہی بھرا جام میں عکس عارض   گردشیں کرتے ہیں شمس و قمر جام شراب
ہوش اڑے دیکھتے ہی دختر رز کا جوبن   سر خم کوئی گرا کوئی سر جام شراب
سانس مےخانہ میں لیتے ہی گرے چکرا کر   بنگیا تار نفس رہگذر جام شراب
شام سے گریہ و زاری ہنر شیشۂ مے   صبح تک خندہ دہانی ہنر جام شراب

نکلی جو روح ہو گئے اجزائے تن خراب اک شمع بجھ گئی تو ہوئی انجمن خراب
نازک دلوں کا حسن ہے رنگ شکستگی پھٹنے سے کب گلوں کے ہوا پیرہن خراب
دنیا نے منہ پہ ڈالا ہے پردہ سراب کا ہوتے ہیں دوڑ دوڑ کے تشنہ دہن خراب
وعدہ کیا ہے غیر سے اور وہ بھی وصل کا کلی کریں حضور ہوا ہے دہن خراب

کس سے مثال دوں تری زلف دراز کو عمر طویل خضر ہے اک مختصر جواب
مشکل کے وقت دل ہی سے کچھ مشورہ کریں کیوں دیں کسی کو غیر سے ہم پوچھکر جواب
ہنگامہ حشر کا صفتِ گرد رہ گیا تیرے خرام کا نہ ہوا فتنہ گر جواب

چکرائیں سب کے سب وہ بتاؤں میں جوڑ توڑ دے دشمنوں کو مجھسے ذرا پوچھکر جواب
لیجا بجائے نامہ مرے جذب شوق کو لے آ انہیں کو اُنسے نہ لا نامہ بر جواب

اِس طرف داغِ سویدا۔ اُس طرف داغِ فراق چاند نکلا ہے مرے دل سے جگر سے آفتاب
ڈھونڈھتا ہوں اسکو میں اٹھکے آدھی رات کو روز جسکی راہ میں چلتا ہے سر سے آفتاب
ہوں وہ ذرہ مشرق و مغرب مری مٹھی میں ہے چھپکے جائیگا کہاں میری نظر سے آفتاب

میری رگ رگ میں بھری ہے ہوس جام شراب
سانس میں آتی ہے بوئے نفس جام شراب

چھپ چھپ کے جان لینے کو وہ دل میں آئے ہیں
مرنا ہمارا زندگی جاوداں ہے اب
بانگ شکست رنگ صدائے جرس تھی
اشکونکا قافلہ سوئے امن رواں ہے اب
تم جسکو ڈھونڈتے ہو وہ مٹی میں مل گیا
مائل کا نام رہگیا مائل کہاں ہے اب

اندھا بنا ہوں سب میں تجھے سب میں دیکھکر
یارب کدھر زمین ہے کدھر آسماں ہے اب

پ

چال میں کچھ بڑھ گئے ہنگامۂ محشر سے آپ
کسکے گھر کو جائینگے آتے ہیں کسکے گھر سے آپ
دل میں آنکھوں میں کلیجے میں چھپا لوں آپکو
یہ بھی تو فرمائیے چھپتے ہیں کسکے ڈر سے آپ
آپ ناظر آپ منظور آپ ہی اپنی نظر
کسکی صورت دیکھنے نکلے ہیں اپنے گھر سے آپ
ہائے یہ لوہے کا ٹکڑا ہائے یہ ننھے سے ہاتھ
آج کس کس کا گلا کاٹینگے اس خنجر سے آپ

ج

تم اپنے گھر آئے کہ دشمن کے گھر سے آج   فرمائیے تو چاند یہ نکلا کدھر سے آج
بیچینیاں ہیں انہیں مگر شوخیاں نہیں   دبتی ہیں بجلیاں بھی تمھاری نظر سے آج

* * *

میں حشر میں روتا ہوں تو ہنستے ہیں گنہگار   دشمن ہے جہنم کا مرا دیدۂ تر آج

* * *

مائل ہے پل صراط پہ چلنے کا جب مزا   وہ بت کہے تو گود میں لیکر اتار آج

* * *

ح

وہ تار تار جو آواز دے فغاں کیطرح   وہ ساز ساز جو باتیں کرے زباں کیطرح
تری طرح تری تصویر کھیلتی ہے شکار   نظر ہے تیر کیصورت بھویں کماں کیطرح
وہ دل جو سینے میں تھا۔ ہائے آج اشک کے ساتھ   گرا ہے آنکھ سے بیمار ناتواں کیطرح
جو دھوپ میں بھی چلوں تو میں چھانو ہی میں ہوں   کھڑی ہے موت مرے سر پہ سائباں کیطرح

بغل میں دل نہیں اک طائر تجلی ہے   میں نخل طور پہ لٹکونگا سائباں کیطرح

* * *

خ

ہے سر سے قدم تک وہ بت ماہ لقا شوخ   دل شوخ، نظر شوخ، صدا شوخ، ادا شوخ
اٹکھیلیوں سے چلتی ہے جب چلتی ہے ظالم   ہے تیری طرح تیرے محلے کی ہوا شوخ
ہو ساز کوئی یا میرا ٹوٹا ہوا دل ہو   باجا وہی اچھا ہے کہ ہو جسکی صدا شوخ

د

کب اُسے دیکھ سکی خلق خدا میرے بعد   خواب میں بھی وہ کسی کے نہ گیا میرے بعد
بول اٹھو گے نہ رہا ناز اٹھانے والا   تم مجھے یاد کروگے بخدا میرے بعد
جاں نثارو نہیں دل افگارو نہیں غمخوارو نہیں   اس پری کو کوئی مجھسا نہ ملا میرے بعد
کیوں نہ اترائے مری لاش کفن کے اندر   مائل اس بت نے میرا نام لیا میرے بعد

* * *

بیٹھے جو نقش بنکے وہی داغ ہے عزیز   اٹھے جو درد بنکے وہی آرزو پسند
رکھ لوں اُسی کا نام کرے جسکو یاد تو   بدلوں اُسی کا بھیس کرے جسکو تو پسند

ی

گناہگاروں کی آہوں کا ہے دھواں پر اک آسمان کھڑا ہے زمین محشر پر

* * *

بنا دے حشر میں اک پاک بتکدہ باز کھنچے خلیل کی صورت نگاہ آذر پر
پری کے ساتھ مجھے حور بھی نظر آئی پڑا جو سایہ کسی خوبرو کا ساغر پہ

* * *

یہ کس خورشید کا پرتو ہے میرا عنصر خاکی کہ ہر اک ذرہ کہتا ہے انا بیت الصنم ہو کر
خدا جانے خدا کے آگے دلمیں کسنے چٹکی لی قیامت میں فرشتوں پر ہنستا ہے بہم ہو کر
یہی دل دست موسیٰ میں یہی دل دست آذر میں کہیں نکلا ید بیضا کہیں نکلا صنم ہو کر
پڑھونگا کعبۂ مقصود کو کرتا ہوا سجدہ تیری راہ تجسس میں چلیگا سر قدم ہو کر

* * *

وہ بدبخت ہوں جب مرا نام آیا لکھا لوح محفوظ پر خط بدل کر
مری روح کی مجھ سے الفت تو دیکھو سرانے کھڑی ہے بدن سے نکلکر

* * *

جو چاہا کہ ساتھ انکے یوسف کو تولوں ترازو بنیں دونوں آنکھیں نکل کر
ترے حسن نے اس قدر گدگدایا کہ آئینے سے گر پڑا عکس اچھل کر

مزا آتا ہے کیا کیا بخشنے والے کو محشر میں فدا رحمت پہ ہیں رحمت فدا ہے اپنے عصیاں پر
تمہیں کہہ دو کہ دل کیا چیز ہے لے بیٹھے ہو ہم یہ یہ گلدستہ کئی دن سے دھرا ہے طاق نسیاں پر

حضور درد جگر کی تو شوخیاں دیکھو کہ دوڑتا ہے مرے جسم میں لہو ہو کر
بنا کے برق نکالونگا انکو پردے سے غضب میں لاونگا موسی کی گفتگو ہو کر
وہ منہ جو دیکھ رہے ہیں اٹھے ہیں عکس کے ہاتھ دعائیں آئینہ دیتا ہے روبرو ہو کر

سیاہ کاری عالم سے حشر ہے موقوف کہ صور بند ہوا سرمہ در گلو ہو کر
دم سوال رکونگا نہ روز محشر بھی دہان گور سے نکلا ہوں گفتگو ہو کر

کانوں نے سنا میرے جو یاروں نے سنایا آنکھیں مری دیکھیں گی تماشا ابھی کچھ اور
خلوت ہے نہ صحبت وہ نہ راتیں نہ وہ دن ہیں تم آؤ تو ہو جائے یہ دنیا ابھی کچھ اور

اٹھا کے آئینہ سبزۂ خط تو دیکھ اے شمع حسن و خوبی
پتنگے بولیں گے بنکے طوطی جلیںگی طوطی پتنگ ہو کر
وصال بھی ہے عجیب صیقل صفائی ہوتی ہے دونوں جانب
کدورتیں دل کے آئینے سے نکلتی جاتی ہیں زنگ ہو کر

* * *

ز

محشر میں چلتے چلتے کرونگا ادا نماز پڑھ لونگا پل صراط پہ مائل قضا نماز
دیکھو کہ پھنس نہ جائیں فرشتے بھی جال میں کیوں پڑھ رہے ہو کھولکے زلفِ رسا نماز
مسجد میں پانچ وقت عادہ بھی وصل کی مائل بتوں کے واسطے پڑھتے ہو کیا نماز

* * *

س

کہتا ہے تڑپ کر دل پر داغ ہمارا ہم رنگ نکالیں گے بہ رنگِ پرِ طاؤس
شانہ پہ نظر زلف میں شانہ ہے منقش شہباز کے چنگل میں ہے چنگ پر طاؤس

یہ قوس قزح کس دل پر درد کی ہے آہ
اسمیں ہیں کئی رنگ برنگ کے پر طاؤس

ای جان ہر جگہ یہ نظر بازیاں رہیں
دونوں جہاں میں گھر ہو مرا تیرے گھر کے پاس
اسکی نظر پڑے تو درِ دل کشادہ ہو
کنجی ہے اس مکان کی اس فتنہ گر کے پاس

ش

دل مضطرب نہیں مانتا اسے لے کے جا اسے لے کے جا
نہ یہ کوہ سے نہ یہ دشت سے نہ یہ باغ سے نہ یہ گھر سے خوش

یہاں یاس ہے وہاں رنج ہے یہاں درد ہے وہاں داغ ہے
تری یاد کو میں کہاں رکھوں نہ یہ دل سے خوش نہ جگر سے خوش

وہ تیری غرض کوئی دل ملے وہ مری غرض تو نظر پڑے
ترا ہاتھ پردہ در سے خوش میری آنکھ روزن در سے خوش

جو رفیق ہو تو شفیق ہو جو انیس ہو تو جلیس ہو
وہی درد دل کو جو خوش کرے وہی داغ جو ہو جگر سے خوش

دل لیکے اڑی کاکل جانانہ سر دوش اک حور چلی لیکے پریخانہ سر دوش
اس شان سے آذر کو اٹھا قبر سے یارب بت زیر بغل ہوں کوئی بتخانہ سر دوش
سر رکھکے مرے شانے پہ تم کھولدو آنکھیں جھک آئے کسی بات پہ مے خانہ سر دوش
یارب مرے اعمال کے دفتر کے برابر قسمت کا بھی دفتر ہو جداگانہ سر دوش

مہ جام، قدح مہر، سبو گنبد گردوں پھرتی ہے ہوا لیکے یہ میخانہ سر دوش
گر عشق حقیقی ہی کا زینہ ہے مجازی کعبے کو اٹھا لے مرا بتخانہ سر دوش

ظ

میں تجھے کوئے حسیناں ابھی دکھلاتا ہوں خلد کیسا ہے ذرا مجھکو دکھا دے واعظ
کون ہے فرش پہ ہے عرش پہ اللہ اگر سچ نہ بولے تو خدا تجھکو سزا دے واعظ

ع

لطف سوز و اضطراب و پردہ داری کچھ نہ پوچھ
کر سکیں کیونکر بیاں پروانہ و فانوس و شمع

آتش گل سے چمن روشن ہے مثل انجمن
برگ و شاخ و آشیاں پروانہ و فانوس و شمع

عکس محفل کا میری آنکھوں میں آنکھیں اشک ریز
ہیں تہ آب رواں پروانہ و فانوس و شمع

منہ سے اپنے پھونکتے کیوں ہو بجھانے کے لیئے
منہ نہ چومیں میری جاں پروانہ و فانوس و شمع

اب بھی مائل شب کی وہ صحبت میری آنکھوں میں ہے
گو ہیں نظروں سے نہاں پروانہ و فانوس و شمع

* * *

غ

سرخی لہو کی آئی ہر اک داغ عشق میں
پیدا ہوئے جگر میں گل و مل بہار و باغ
پرتو فگن ہے چہرہ رنگین مست حسن
ہیں میری چشم تر میں گل و مل بہار و باغ

سیرِ چمن ہو ساقیِ پُرفن ہو بادہ ہو　　یارب ہمیں نظر میں گُلِ مُل بہار و باغ
سورج کا پھول نور کا گلشن شفق کی مے　　ہیں دامنِ سحر میں گُل و مُل بہار و باغ

ق

پھرینگے حشر میں گردِ دلِ یگانۂ عشق　　کرینگے پیشِ خدا ہم طوافِ خانۂ عشق
نئی صدا ہو نئے ہونٹ ہوں نیا لہجہ　　نئی زباں سے کہوں گر کہوں فسانۂ عشق
وہ در تک آتے نہیں در سے ہم نہیں اٹھتے　　ادھر بہانۂ حُسن اور ادھر بہانۂ عشق
کسی کے حسن نے کافر بنا دیا مائل　　لگا کے تشنۂ دردِ شراب خانۂ عشق

* * *

شب میں افشاں سے نظر آئے ستارونکی بہار　　ریزہ ریزہ تیری زلفوں پہ ہوا سونے کا ورق
حسن کی گرمی پھر اسپر جلوہ گرمدن سا رنگ　　تو جو کھینچے میاں سے خنجر ہوا سونے کا ورق
جب وہ مجھ شرمندۂ عصیاں کا دیکھے روئے زرد　　مہرِ محشر خود سرِ محشر ہوا سونے کا ورق

* * *

ک

مرا دل جو وہ چھین کر لے گئے کلیجا تڑپتا رہا دیر تک
مری بدگمانی جہنم میں جائے کھڑا تھا وہ پیش خدا دیر تک
نہ تھمنے دیا درد دل نے مجھے وہ کہتے رہے کیا ہوا دیر تک

* * *

گ

سوز نہاں سے ہو گئی پیدا سخن میں آگ وقتِ بیاں لبوں پہ ہیں شعلے دہن میں آگ
مٹی پڑی تو سوز محبت نہ کم ہوا میرے کفن پہ خاک ہے میرے کفن میں آگ
چلمن کے پاس جلتی ہے وہ بجلیوں میں چوٹ یاں آہ میں وہاں نگہ سحر فن میں آگ

* * *

چمک کے رنگ بھبھوکا بنا رہا ہے انھیں لگا رہی ہے بہار چمن۔ چمن میں آگ
سفر سے بھیجیں گے ہم تحفہ طور کی بجلی بنے گی آہ غریب الوطن۔ وطن میں آگ
جو پی شراب تو نشہ سے آنکھ لال ہوئی بنا ہے آہوے دشت ختن۔ ختن میں آگ

* * *

ل

اچھا وہ دل پڑے جو کسی کی نگاہ میں
اچھی وہ آنکھ ہے جو کرے جستجوئے دل
کبتک بہاؤں اشک کلیجا سنبھال کر
ظالم تو بن سنور کے نہ آ روبروئے دل
جینے سے فائدہ مجھے میں جی کے کیا کروں
یار آئے سوئے دل نہ خدا آئے سوئے دل

جانبازی کی جانبازی تماشے کا تماشہ
دل رقص کناں آگے ہے قاتل ہے پیش دل
کس درجہ ہوسناک ہے یہ زیست ہماری
تن کو ہوس جاں ہے تو جاں کو ہوس دل
پھر قافلہ درد و مصیبت کی ہے آمد
پھر کان میں آتی ہے صدائے جرس دل
دم بھرتا ہے تیرا تو ٹپک پڑتے ہیں آنسو
کرتا ہوں میں اشکوں پہ شمار نفس دل

ایسا نہ دے عدو کو بھی پروردگار دل
مغموم دل ستم زدہ دل اشکبار دل
دو چار کھل گئیں گرہیں انکی زلف کی
دس بیس لوٹتے ہیں سر رہگذار دل
تو اور تیرے ساتھ تری چلبلی نظر
میں اور میرے ساتھ مرا بیقرار دل

نظروں میں ہے مجاز و حقیقت کا ایک رنگ
بت آئے سوئے دل کہ خدا آئے سوئے دل
تو ایک تیرے ساتھ ادائیں ہیں سینکڑوں
میں ایک میرے ساتھ ہزار آرزوئے دل

م

دل کے اندر طور کے اوپر چشم صنم میں عین حرم میں
تیری ہی صورت تیری ہی مورت پوجنے جائیں تجھکو کدھر ہم
لطف بڑا ہو اور مزا ہو اس کے عوض گر آپ کو پائیں
بیٹھ کے اپنے گھر کے اندر ڈھونڈھ رہے ہیں یار کا گھر ہم
منہ جو کھلے گا رنج بڑھے گا ہم سے نہ بولو ہم کو نہ چھیڑو
کاہیدہ تن آزردہ جاں آشفتہ دل خستہ جگر ہم

ساری خلقت راہ میں ہے اور ہو منزل میں تم
دونوں عالم دل سے باہر ہیں فقط ہو دل میں تم
میں جہاں جاتا ہوں آتے ہیں وہاں مجھکو نظر
راہ میں تم گھر میں تم خلوت میں تم محفل میں تم
میں وہ مجنوں ہوں کہ ہر ذرہ میں ہے جلوہ مرا
میری صورت دیکھ لو گرد میں محمل میں تم
ٹکڑے ٹکڑے کرکے مجھکو دیکھ لو مجھ میں ہے کون
ہاتھ میں تم پاؤں میں تم آنکھ میں تم دل میں تم
وصل کا نقشہ کچھ ایسا ہے کہ دونوں ایک ہیں
سچ تو کہدو تم میں ہے مائل کہ ہو مائل میں تم

ن

اسکی آنکھوں کے یہ اشارے ہیں   جتنے دل ہیں وہ سب ہمارے ہیں
جسطرف منہ پھیرا گری بجلی   دونوں کانوں میں گوشوارے ہیں
کوئی چٹکی دلوں میں لیتا ہے   آج بیچین لوگ سارے ہیں
دور جبتک کہ ہو تصور رہو   پاس جبتک کہ ہوں نظارے ہیں

بہت ڈھونڈا نہ پایا سیکڑوں لاکھوں ہزاروں میں
مری جاں تجھ سا دلداروں میں مجھ سا جاں نثاروں میں
ازل کے دن پسند آیا جو فن سامری ان کو
تو جادو بھر دیا خالق نے آنکھوں کے اشاروں میں
تجھی کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں ہر رنگ میں ملکر
مکاں میں لامکاں میں آسمانوں میں مزاروں میں

یہ کس مے خوار کی ٹوٹی ہوئی توبہ کے ٹکڑے ہیں

نماز پنجگانہ بن گئے پرہیزگاروں میں
دکھاتی ہے تماشہ برق ایمن طور میں چھپ کر
شرارے شوخیاں کرتے ہیں کیا کیا کوہساروں میں

لوگ گردش میں جو یہ سارے ہیں
آدمی ہیں کہ یہ ستارے ہیں
دل میں تم آ کے تماشا دیکھو
کشش محبت کے یہیں نظارے ہیں
پاس تھے پاس تھا حجاب انکو
اب فقط دور کے نظارے ہیں
دیر و کعبہ میں ہمیں ہیں مائل
ہر جگہ اپنے ہی نظارے ہیں

کوئی حیرت گہ عالم میں زباں کیا کھولے
مرغ تصویر کو ہے طاقت گفتار کہاں
دل میں ڈھونڈوں کہ کلیجے میں کہ آنکھوں میں تجھے
گھر کہاں ہے تیرا رہتا ہے تو اے یار کہاں

کہیں مائل وہ قیامت میں نہ ہو جائیں خفا
چٹکیاں لیتا ہے اندیشہ فردا دل میں

لپٹ گیا ہے مرا دل تمہارے دامن سے
جھٹک نہ دو اسے رہنے کا یہ غبار نہیں

کبھی جگر میں کبھی دل میں ہے کبھی سر میں — وہ درد مجھکو ملا ہے جسے قرار نہیں
ہمارے ساتھ ہوئیں دفن حسرتیں اتنی — جگہ بدلنے کو کروٹ تہِ مزار نہیں

* * *

شان خدا کو دیکھا ہر یک صنم میں — پہنچا جو بتکدے میں داخل ہوا حرم میں
دل محو یادِ حق میں جاں کوچۂ صنم میں — ہے شمع بتکدے میں فانوس ہے حرم میں
توڑے خلیل کسکو چھوڑے خلیل کسکو — آذر میں ہر صنم ہے آذر ہے ہر صنم میں

* * *

نہیں ہے یہ دلِ خانہ خراب پہلو میں — دھری ہے چیز کوئی لاجواب پہلو میں
وہ ذرہ ہوں جو زباں سے مری نا نکلے — گھسیٹ لیگا مجھے آفتاب پہلو میں

* * *

کیا کہوں آج کہ کیا کیا وہ بنا بیٹھے ہیں مجھے — جاتے ہیں دل اور محشر کے مقابل دونوں
چھین لی نالہ نے تاثیرِ دعائے زاہد — لڑ پڑے بابِ اجابت کے مقابل دونوں

* * *

اگرچہ وہ بے پردہ آئے ہوئے ہیں — چھپانے کی چیزیں چھپائے ہوئے ہیں
اِسی میں ہے ایجان تصویر تیری — کلیجے سے دلکو لگائے ہوئے ہیں

زبانوں پہ ہیں جنکی خلوت کے چرچے   یہی ہیں جو محفل میں آئے ہوئے ہیں
ذرا میں بھی دیکھوں تو سر سے قدم تک   مرا دل کہاں وہ چھپائے ہوئے ہیں
مرا دل ہے قربان آنکھوں پہ میری   وہ جب سے نظر میں سمائے ہوئے ہیں
غریبوں کے تم کیوں گلے کاٹتے ہو   یہ بندے خدا کے بنائے ہوئے ہیں

اپنی ملت اپنا مذہب اپنا ایمان اپنا دین   کھوئیے پھر روئیے کافر بتوں کی یاد میں
خاک کے پتلوں پہ ذرات ایسی ایسی سختیاں   کونسا پتھر ہے یارب چرخ کی بنیاد میں

آج تھم تھم کر مزا آتا ہے انکی یاد میں   کوئی شے رہ رہ کے چبھتی ہے دل ناشاد میں
وقت آخر اپنا اپنا دین ایمان اپنے ساتھ   سب خدا کی یاد میں (بندہ) تمہاری یاد میں
تیری صورت ہے تری شوخی ہے تیری یاد ہے   چشم تر میں جان مضطر میں دل ناشاد میں

مارو بھی تم جلاؤ بھی تم تمکو کیا کہوں   تمکو خدا کہوں کہ خدا کو خدا کہوں
یارب کسی کا دل نہ دکھے میری بات سے   جھڑ جائے یہ زبان جو کسی کو برا کہوں
جو تیر دل میں چبھکے نکل آئے لیکے جان   اسکو قضا کہوں کہ تمہاری ادا کہوں

ہر بات پر جو کہتے ہو یہ جھوٹ وہ غلط
تم ہی کہو کہ یوں جو کہو تم تو کیا کہوں
یا رب نہ پوچھ حشر کے دن دردِ دل کا حال
تو میرا ہم مذاق نہیں تجھ سے کیا کہوں
سوجھی ہے کیا کہ حشر میں بک رہا ہوں کیا
جو مجھ کو بخش دے میں اسی کو خدا کہوں

* * *

جو ہم کرتے ہیں مائل کیا وہ بہکانے کی باتیں ہیں
یہ معشوقوں کو محبوبوں کو پھسلانے کی باتیں ہیں

* * *

کیا کیا تجلیاں ہیں رخ لاجواب میں
دیکھو تو کتنے رنگ ہیں اک آفتاب میں
ہے اور ہی نظارہ کا موقع حجاب میں
میری نظر کے تار ہیں تیری نقاب میں
ہے پیش فلسفی بھی قیامت ترا خرام
کھنچکر زمیں حیا نہ پڑے آفتاب میں
اک تم کہ شوخیوں سے نہیں ہے تمھیں قرار
اک ہم کہ ہمکو چین نہیں اضطراب میں
ہے جلوہ ہائے ظاہر و باطن کا ایک رنگ
باہر بھی ہے نقاب کے جو ہے نقاب میں
اس ہاتھ کے نثار یہ جس ہاتھ سے کھلے
دل کی گرہ ہے آپکے بند نقاب میں
حوریں عطا ہوں خلد میں اتنی ہی یا کریم
جتنے گناہ میں نے کئے ہیں شباب میں
ساری تجلیاں مرے دل کی بغل میں ہوں
دریا سمٹ کے آئے الٰہی حباب میں

ہم کیوں کہیں بتوں کو یہ پتلے جفا کے ہیں
ان پیاری صورتوں میں تو جلوے خدا کے ہیں
دل پر نہیں ہے داغ یہ قدرت کی مہر ہے
کچھ بھید اس میں بندہ ہمارے خدا کے ہیں
نکلا ہوں ڈوب ڈوب کے ہر ایک رنگ میں
پکے ہیں جتنے رنگ وہ میری فنا کے ہیں

آتا ہے میری آنکھ میں وہ آفتاب حسن
جلوے نظر کی تار میں بھی استوا کے ہیں
ہم اسکو جانتے ہیں وہ پہچانتا نہیں
مائل ہم آشنا بت ناآشنا کے ہیں

رو کے تھمتا نہیں وہ شمع شبستاں ہوں میں
جل کے بجھتا نہیں وہ سرو چراغاں ہوں میں
ہر تعین میں تنزل کی پڑی منہ پہ نقاب
سات پردوں میں چھپا ہوں عجب انساں ہوں میں
میں جو کہتا ہوں مجھے سب سے ہے ایماں پیارا
وہ یہ کہتے ہیں کہ غارت گر ایماں ہوں میں
کسی صورت کسی عالم میں نہیں دلجمعی
کیا تیری زلف ہوں اتنا جو پریشاں ہوں میں

تیری کثرت کا یہ غوغا ہے بھٹکتے جاؤ
تیری وحدت کا یہ ایما ہے نگہباں ہوں میں
کبھی پروانہ کبھی بزم کبھی بزم نشیں
کبھی فانوس کبھی شمع شبستاں ہوں میں
اپنے گھر میں جو پہنچ جاؤں تو دلجمعی ہو
ہفت اقلیم میں پھرتا ہوں پریشاں ہوں میں
ہے فقط دوست پرستی میرا مذہب مائلؔ
سچ تو یہ ہے کہ نہ کافر نہ مسلماں ہوں میں

بوسہ تو دے کے نہ جا بندۂ احساں ہوں میں
آ اِدھر آ ترے صدقے ترے قرباں ہوں میں
دیکھتا ہے مجھے کیوں تیز نظر سے کوئی
جس میں چبھتا نہیں نشتر وہ رگِ جاں ہوں میں

نذر لو دل یہ ترے اشکوں سے سات پانی سے دھو کے لایا ہوں

گرچہ جز ہوں مگر ہوں محوِ کل	میں ہی قطرہ ہوں میں ہی دریا ہوں
ہیں یہ درجے مرے تنزل کے	عرش ہوں کعبہ ہوں کلیسا ہوں
جتنے اچھے ہیں میں ہوں ان میں برا	ہیں برے جتنے ان میں اچھا ہوں
مستحق کیا نہیں ہوں جنت کا	سیدھا سادھا ہوں بھولا بھالا ہوں

* * *

وہ پارہ ہوں میں جو آگ میں ہو وہ برق ہوں جو سحاب میں ہوں۔
زمیں پہ بھی اضطراب میں ہوں فلک پہ بھی اضطراب میں ہوں
نہ میں ہوا میں نہ خاک میں ہوں نہ آگ میں ہوں نہ آب میں ہوں
شمار میرا نہیں کسی میں اگرچہ میں بھی حساب میں ہوں
مزا ہے ساقی ترے کرم سے ظہور میرا ہے تیرے دم سے
وہ بادہ ہوں جو ہوں میکدے میں وہ نشہ ہوں جو شراب میں ہوں
غضب ہے جوشِ ظہور تیرا پکارتا ہے یہ نور تیرا
خدا نے اندھا کیا ہے جسکو اسی کے آگے حجاب میں ہوں
دماغ میں ہوں قدح کشوں کے دہن میں آیا ہوں مہ وشوں کے
نشہ وہ ہوں جو شراب میں ہوں مزا وہ ہوں جو کباب میں ہوں

ہجوم نظروں کا ہے وہ منہ پہ دبا ہے دونونکو جس نے دھوکا
یقیں یہ مجھکو پڑا ہے پردا۔ گماں یہ انکو نقاب میں ہوں
جو حال پوچھو تو اک کہانی نشاں جو پوچھو تو بے نشانی
وہ ذرّہ ہوں جو مٹا ہوا ہوں اگرچہ میں آفتاب میں ہوں

سو سو تجلیوں کا ہے گھر ایک اک نظر   اے شوق کیا کریں کہ سر طور ہم نہیں
کیا سر سے چلتے ہیں ترے کوچے میں اہلِ سر   نقشِ جبیں ہے خاک پہ نقشِ قدم نہیں
ہر بتکدے کو چھان کے تجھکو کہا خدا   تو بھی تو ایک ہے کوئی تجھ سا صنم نہیں

واں اک چراغ طور سے موسیٰ کے ہوش اڑے   یاں سینکڑوں ہیں جا بجا ٹکڑے نگاہ میں
سچ پوچھئے تو دل میں ہے جو کچھ اسی میں ہے   پھر دیکھئے تو کچھ نہیں نیچی نگاہ میں
ہو دوڑ دھوپ تمکو مبارک جنابِ خضر   ہم سر جھکا کے بیٹھ گئے خانقاہ میں

اک میں کہ میری شکل کسی آنکھ میں نہیں   اک تو کہ تیری شکل کھنچی ہر نگاہ میں
صورت پذیر ہوتی ہیں کیا کیا تجلیاں   لاکھوں صنمکدے ہیں مری خانقاہ میں

دن کو وہی ملا مجھے شب کو وہی ملا   مائل وہی چھپا ہے سپید و سیاہ میں

کیوں حضرتِ آدم کے گلے ملکے نہ روئیں   ہم بھی کسی محفل سے نکلوائے ہوئے ہیں
آنکھوں کی حیا آ گئی رفتار میں کیونکر   نقشِ کفِ پا راہ میں شرمائے ہوئے ہیں
کس لطف کی ہے باخبری بیخبری میں   ہم کھوکے دو عالم کو تجھے پائے ہوئے ہیں
کچھ ذوق ہے کچھ شوق ہے کچھ فکر ہے کچھ خوف   خلوت میں بلا کر مجھے گھبرائے ہوئے ہیں

برنگِ شمع و فانوس ایک ہی محفل میں رہتے ہیں
ہم ان کی انجمن میں وہ ہمارے دل میں رہتے ہیں
یہاں تڑپے وہاں تڑپے ادھر لوٹے ادھر لوٹے
جدا جب تم سے رہتے ہیں بڑی مشکل میں رہتے ہیں
ہماری بدگمانی ہم کو کافر ہی بنا دے گی
خدا بھی دل میں رہتا ہے یہ بت بھی دل میں رہتے ہیں
وہ خلوت میں وہ جلوت میں جدا ہوتے نہیں مائل
کہ دن بھر آنکھ میں پھرتے ہیں شب بھر دل میں رہتے ہیں

نہ پوچھو کیسی کیسی جھلکیاں دیکھی ہیں چلمن میں
وہی آنکھوں میں ہیں جو پردہ حائل میں رہتے ہیں
ترے صدقے ترے قربان تھم کر آ سنبھل کر آ
کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے کہ ارمان دل میں رہتے ہیں
پپیہے بولتے ہیں۔ کوکتی ہیں کوئلیں مائل
یہ کیا۔ دل کیوں ہے چپ کیوں لکنے نالے دلمیں رہتے ہیں

* * *

سکوت اس کا۔ تڑپ اسکی۔ شکیب اس کا۔ تپش اس کی
رہا ہو جس کے دل پر پائے دستِ نازنیں برسوں
گرا کر طور پر اک بار بجلی کیا ڈراتے ہو
گری ہے عرش پر تو میری آہِ آتشیں برسوں
نہ سیرت ایسی پریوں کی نہ صورت ایسی حوروں کی
نہ ہو پھر تجھ سا پیدا اگر پھیرے چرخ بریں برسوں
اسے سیکھا اسے پایا۔ اسے پایا اسے کھویا
مجھے علم الیقیں برسوں رہا حق الیقیں برسوں

بجا ہے راست ہے شکوہ جو ہے بے التفاتی کا
ہمیں کو تو نہیں فرصت نہیں ملتے ہمیں برسوں
تصدق اس پہ ہم ہوتے رہے مرکر بھی اے مائل
پھری اطراف اس بت کے نگاہ واپسیں برسوں

* * *

بات جو عمر بھر نہ مانی تھی　　خواب میں آکے مان لیتے ہیں
پوچھتے ہیں رقیب دل کا حال　　مدعی امتحان لیتے ہیں
اس ادا کی خبر خدا کو ہو　　جس ادا سے وہ جان لیتے ہیں
خاکساروں کے حوصلے دیکھے　　مٹ کے دونوں جہان لیتے ہیں
وہیں کرتے ہیں خضر آکے طواف　　دم جہاں ناتوان لیتے ہیں
کرتے ہیں مشق نفی و اثبات　　سانس یوں ناتوان لیتے ہیں

* * *

کس نے بڑھا دیا کف گستاخ نشہ میں　　محفل سے پینے والے نکلوائے جاتے ہیں
ہو لطف دیکھنے جو تماشہ رقیب آئے　　ارمان میرے دل سے نکلوائے جاتے ہیں
کعبے سے اُٹھ کے دیر کی بھی ہمنے سیر کی　　یارب یہاں بھی تیرے نشاں پائے جاتے ہیں

ملتا ہے جب کہیں کسی خلوت کا روشناس　　سو سو طرح کے دلمیں خیال آئے جاتے ہیں

* * *

اے خدا تو ہی جب آئے نظر　　دیکھکر ہم دونوں عالم کیا کریں
یاس ہے گر جب نہ تم اچھا کرو　　چرخ پر سے ابن مریم کیا کریں
چھینٹیں دوزخ کی لگا دیں آگ سے　　دم نہ لے جب چشم پر نم کیا کریں
لائیں وہ اور کے مقابل کیا اسے　　حشر کے مجمع کو یہ ہم کیا کریں

* * *

مسکن مرا کسی کا دل نازنیں نہیں　　دنیا میں میرے نام کا کوئی نگیں نہیں
کس کی نگاہِ ناز کا مارا ہوا ہوں میں　　خود جی رہا ہوں پھر مجھے اب تک یقیں نہیں
آ میرے دل میں جا نہ تصور میں غیر کے　　واں تیرے پاؤں رکھنے کے قابل زمیں نہیں
سیکھا ہے میں نے خلق حسینوں کے واسطے　　جو جائے دلمیں آئے کسی سے نہیں نہیں

* * *

جنس وحدت ہوں مگر کثرت کے بازاروں میں ہوں
میں وہ یوسف ہوں جو آپ اپنے خریداروں میں ہوں
پوچھتا ہے راہ میں مل کر مزاج اچھا تو ہے

ہائے کس منہ سے کہوں میں تیرے بیماروں میں ہوں
چشم روزن بن کے تجھکو دیکھتا ہوں جابجا
دل میں عالم کے ہوں تیرے گھر کی دیواروں میں ہوں
پڑتی ہیں مجھ پر حسینوں کی نگاہیں تیز تیز
میں وہ عاشق ہوں جو معشوقوں کی تلواروں میں ہوں
رنگ ہوں میں حسن ہوں میں روح ہوں میں نور ہوں
دل میں ہوں آنکھوں میں ہوں لب میں ہوں رخساروں میں ہوں
جان کر پہچان کر پھر پوچھتے ہو نام کیا
تم پہ مائل ہوں تمھارے نازبرداروں میں ہوں

* * *

جو کہ دم عاشقی کا بھرتے ہیں — روز جیتے ہیں روز مرتے ہیں
اس کی تقدیر مجھکو مل جائے — جس سے ہنسکر وہ بات کرتے ہیں
آپ کی بات کا بھروسہ کیا — آج کہتے ہیں کل مکرتے ہیں

* * *

رہے ہم بیخبر نکلا بھی مہر حشر ڈوبا بھی — وہ کیا جانیں جو سائے میں تیرے دامن کے بیٹھے ہیں

یہاں سے عالم ہو تک جو دوڑوں کس طرح دوڑوں
ہزاروں کھینچنے والے بھی تو دامن کے بیٹھے ہیں
حجاب اچھا ہے لیکن اس طرح اچھا نہیں مائل
کہ وہ گھونگٹ نکالے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

حرم میں ان کا جلوہ دیر میں بھی ان کا جلوہ ہے
کہیں کچھ بن کے بیٹھے ہیں کہیں کچھ بن کے بیٹھے ہیں
اٹھاتے کیوں ہو اپنی انجمن سے جاں نثاروں کو
یہ پروانے چراغِ چہرۂ روشن کے بیٹھے ہیں
اگر پردے اٹھے ساری خدائی کے تو کیا حاصل
وہی چلمن اُٹھے پیچھے وہ جس چلمن کے بیٹھے ہیں
انہیں کیا دیکھنے جاؤں چھپائیں طور پر جو منہ
وہی اچھے جو پہلو میں سنور کے تن کے بیٹھے ہیں

پوچھا ہنسی میں کس طرح کھلتا ہے وہ دہان تنگ

عقدۂ دل کھلا کہ یوں غنچۂ دل کھلا کہ یوں
نشہ میں محبت تھی کہ دل زلف سے کس طرح گرا
ساغر بادہ ہاتھ سے اُس نے پٹک دیا کہ یوں
چال میں تیری ہے ادا تیرے قدم ہیں فتنہ زا
ذکر ہے روز حشر کا چل کے مجھے بتا کہ یوں

صورتیں کیا کیا تصور میں نمایاں ہو گئیں
بند رہکر بھی مری آنکھیں پریشاں ہو گئیں
آنکھ کے پردے قدیمی حسن کے نکلے حجاب
شوخیاں جتنی تھیں نو پیدا وہ مژگاں ہو گئیں
کیسی ہول انگیز ہیں کیسی قیامت خیز ہیں
قبر کی راتیں بھی کیا فرقت کی گھڑیاں ہو گئیں
شوخیاں سب کی کہاں سے آئیں دم صبح وصال
گھر میں جتنی نعمتیں تھیں صرف مہماں ہو گئیں
کھو دیا وحدت نے جب کثرت سے وہمی اختلاف
کفر کی رسمیں جو تھیں اجزائے ایماں ہو گئیں
کاتب اعمال میں نے کب کئے اتنے گناہ
منتیں بھی کیا شریک فرد عصیاں ہو گئیں

آج رقیب فتنہ گر لیگیا موت کی خبر
میرا ہی رنج و غم سہی غیر اسے رلائے کیوں
حسن و جمال دلفریب دشمن جان پر شکیب
منہ سے نقاب اٹھا کے وہ سامنے میرے آئے کیوں

ہمکو گناہ پر ہے ناز بخشنے والے نیاز ہم اُسے آزمائیں کیا وہ ہمیں آزمائے کیوں
حسن ازل ہو کیوں نہاں آئینہ خانہ ہے جہاں اپنی نگاہ شوق سے اپنا ہی منہ چھپائے کیوں
ائل مضطرب کو ہے مثل کلیم شوق دید طور تو جل کے بجھ گیا آگ وہ پھر لگائے کیوں

کیسی کیسی اڑی ہے افواہ ہم تم بدنام ہو رہے ہیں
کیا ان کو خبر ہمارے دل کی دشمن کی نظر میں جو رہے ہیں
پھولوں سے گری ڈھلک کے شبنم ہنسنے والے بھی رو رہے ہیں
عیسیٰ تنہا خضر مجرد عمریں اپنی یہ کھو رہے ہیں

⁂

نہ رکھو اپنے جی کی بات جی میں کہو کچھ دل لگی میں کچھ ہنسی میں
کھلا وہ بھید جو ہے آدمی میں خدا کو میں نے پایا بیخودی میں
سر طور اسکو لیجا کر بٹھاتا تری صورت اگر ملتی کسی میں
اگر مانگیں وہ دل چپ چاپ دیدے بھلائی ہے تری مائل اسی میں

⁂

یسر کیا کی صبحدم ہر گل کو شرمندہ کیا اوس پھولوں پر پڑی ڈوبا ہے گلشن آب میں

میں ہوں محو یار اشکوں میں ہے میرے شکل یار کیوں نہ روؤں رات دن ہوتا ہے درشن آب میں
جل مروں یا بہہ چلوں طوفان میں یا رب کیا کروں برق بالائے نشیمن ہے نشیمن آب میں
میری چشم تر میں جیسے آئے تھے ویسے چلے ڈوبنا تو کیا ہے نہ بھیگے پاکدامن آب میں

* * *

وہ عنایت وہ مروت وہ محبت نہ رہی آپ آتے بھی نہیں ہمکو بلاتے بھی نہیں
میرے سینے میں رہے سب کی نگاہوں میں پھرے دل سے جاتے بھی نہیں دلمیں سماتے بھی نہیں

* * *

آنکھ تو منہ پہ ہیں پر تجھسا پری رو دل میں یہ بھی دل ہی میں ترا آئیں کہ ہے تو دل میں
لاکھ نظروں میں نظر وہ ہے جو سینہ چھیدے تیر وہ تیر جو ہو جائے ترازو دل میں

ف

محبت نے مائل کیا ہر کسی کو کسی پر کسیکو کسی پر کسی کو
رکھا ہے خدا نے مسیحا بنا کر فلک پر کسی کو زمیں پر کسی کو

وجہ آرام ہوئی جنبش گہوارۂ دل کوئی پہلو میں تڑپتا ہے سلانے ہمکو
اسکے کوچہ میں عدو اسکے تصور میں رقیب کوئی رستہ نظر آتا نہیں جانے ہمکو

شوق میں ذوق میں بیتابی و بیخوابی میں   منتخب کر لیا عالم میں خدا نے ہمکو
کیا قیامت میں بھی دنیا کے ہیں جھگڑے یا رب   عمر رفتہ جو پھر آئی ہے بلانے ہمکو

بیانِ ابروے خمدار یار کیونکر ہو   زباں میں معجزۂ ذوالفقار کیونکر ہو

منہ سے نکلے گی تو کیا بنکر پری اڑ جائیگی   ہم بھی دیکھیں گے ہنسی بے اختیار آنے تو دو
کیوں اٹھا لیتے ہو پہلو سے کہ دل بیچین ہے   پھینکدو گے ہاتھ سے پہلے قرار آنے تو دو

جی میں ہے دل نکلے میرا اس بت کی مٹھی میں رہوں   تیری قدرت ہے بڑی پروردگار اتنا تو ہو
امتحاں کرتی ہیں اے دل آج انکی شوخیاں   تجھ سے نکلیں بجلیاں تو بیقرار اتنا تو ہو
ایخدا مجھکو بنا دے اب تصور غیر کا   انکے دل میں جا کے آؤں اختیار اتنا تو ہو

آگیا اپنے تجسس پہ تبسم مجھکو   میں نے ڈھونڈا جو اسے دل نے کیا گم مجھکو
باعث وجد ہے انداز تکلم مجھکو   شورش کن سے ملا لطف ترنم مجھکو
خاک ہو کر بھی کیا میں نے خدا کو سجدہ   ہر نمازی نے لیا بہر تیمم مجھکو

اس تجاہل کے فدا پوچھتے ہو کون ہو تم
کیا سبق ہوں کوئی جو بھول گئے تم مجھکو
✓ یا الٰہی مرا دل ہے کہ تماشائے طلسم
کبھی قطرہ نظر آیا کبھی قلزم مجھکو

* * *

میکدہ میں مری ہستی نے کیا گم مجھکو
موج مے بنگئی دریا کا تلاطم مجھکو
خاک ہو کر مری ہستی جو مرے ہاتھ آجائے
فرض ہو لاکھ وضو پر بھی تیمم مجھکو
گلشن دہر میں روتے ہی کٹی عمر مری
کسی غنچہ نے سکھایا نہ تبسم مجھکو
ذرہ ذرہ میں نظر آنے لگا مہر جہاں
قطرہ قطرہ میں دکھائی دیا قلزم مجھکو
لامکاں ہو حرم و دیر ہو یا محشر ہو
ڈھونڈھنے جاؤں خدا کو تو ملو تم مجھکو
مجھ میں اے مائل یکتا کوئی پنہاں تو نہیں
غور سے دیکھتے ہیں کس لئے مردم مجھکو

* * *

خلوت یار میں جاتے ہوئے گھبراتا ہوں
اپنے سائے سے بھی ہوتا ہے توہم مجھکو
نشہ میں حال دو عالم کا نظر آنے لگا
لوح محفوظ ہوئی خشت سر خم مجھکو
حشر میں غیر بھی ہے ساتھ مرے وقت تلاش
پیچھے چھپ جاؤ بخدا کے نہ ملو تم مجھکو

* * *

✓ یار کا ہاتھ ذرا آئینہ گر دیکھیں تو
چہرہ آتا ہے ہتھیلی میں نظر دیکھیں تو

ان کے چہرے پہ مرا تار نظر دیکھیں تو   یہ نیا معجزۂ شق قمر دیکھیں تو
دل بھی ہے طور بھی ہے کعبہ بھی ہے دیر بھی ہے   کس جگہ ہمکو وہ آتا ہے نظر دیکھیں تو

مرے سینے سے دل میں آؤ دل ہے بزم وحدت میں
ملا دو لامکاں سے کوچۂ چاک گریباں کو
غبار آیا ہے تیرے دل پہ اور میری ہوس یہ ہے
اسی مٹی کے اندر دفن کر دوں اپنے ارماں کو

جگہ دیتا ہوں میں یوں اپنے گھر میں اپنے مہماں کو
کوئی ارماں بھرے دل میں رکھے جس طرح ارماں کو
قیامت میں بھی وہ کس شان سے اٹھلا کے چلتے ہیں
قیامت پیچھے پیچھے ہے سنبھالے ان کے داماں کو
نہ جلنے پائے یارب اچھی صورت کوئی دوزخ میں
مزا ہو گر ملے ایک ایک بت ایک اک مسلماں کو

خیالوں میں نگاہوں میں تمھیں ہو   پھر اس پہ یہ غضب پردہ نشیں ہو
خدا کی بات موسیٰ کو مبارک   ہمارے کان ہو تیری نہیں ہو
مجھے تم آنکھ کی پتلی بنا لو   مرا چہرہ ہو چشم سرمگیں ہو
نہ بخشا جائے کوئی روز محشر   جو واں بھی یہ فلک ہو یہ زمیں ہو
خدا کے سامنے بھی وہ نہ نکلیں   جو میری بدگمانی کا یقیں ہو

* * *

ہم اگر طور پہ جائیں تو نظر آئے کچھ اور   تحمل آتش بھی نہ ہو صورت انساں بھی نہ ہو
داور حشر سر حشر دکھا وہ قدرت   میں جہنم سے بچوں اور ترا احساں بھی نہ ہو

* * *

اک عمر جو پردے میں خدا بن کے رہا ہو   بے پردہ میرے سامنے آئے تو مزا ہو
یہ رسم، یہ عادت، یہ طریقہ ہے کہاں کا   میں تم سے وفا کرتا ہوں تم مجھ سے خفا ہو
وہ رنگ نہیں رنگ جو غازے سے چمک جائے   وہ حسن نہیں حسن جو زیور سے سوا ہو
جو تار چھڑے ہو حرکت تار نفس کی   جو ساز بجے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو
جس دل میں ٹٹولیں تو ملے میرا ہی مطلب   جس منہ سے نکل آئے وہ میری ہی دعا ہو

* * *

نہ پائے آپ کو جو خاک پائے رنگ بے رنگی
نہ کھوئے آپ کو جو۔ وہ نشان بے نشاں کیوں ہو
زبانیں اور دے دو چار یارب مجھ کو محشر میں
چلے ایکہی زباں تو ختم میری داستاں کیوں ہو
اُسے میں دیکھنے آیا مجھے کیوں دیکھتے ہیں سب
تماشا دیکھنے والا تماشائے جہاں کیوں ہو
اٹھو بتخانہ سے مائل چلو کعبے کو جائیں گے
بتوں نے تم سے اتنا بھی نہ پوچھا تم یہاں کیوں ہو

ھ

مرے جرم ساتوں جہنم سے افزوں   مرے جرم سے تیری رحمت زیادہ
قیامت کی میزاں میں تولا تو نکلی   گناہوں سے میری ندامت زیادہ
ادھر سات دوزخ۔ اُدھر آٹھ جنت   تیرا قہر کم۔ تیری رحمت زیادہ
سر حشر سجدہ کرونگا اسی کو   نظر آئے جو خوبصورت زیادہ

* * *

نکلا شب مہتاب جو وہ چاند ٹہلنے   لے اٹھ کے فلک سے کہیں ٹکر نہ زمیں یہ

کیا لطف نظارہ جو پلٹ آئیں نگاہیں — یا رب کسی چلمن میں الجھ جائیں کہیں یہ
اللہ میں چھپتی ہے مری صورت موہوم — ہستی میری یہ ہستی ہے جو پڑھتا ہے یقیں یہ
ہر صبح کو یہ جان کہ ہے صبح قیامت — ہر دم کو سمجھ ہے نفس بازپسیں یہ
ہے خاک کے پتلوں میں ترے حسن کی جھلکی — کیا جلوہ گہ خاص ہے اللہ زمیں یہ

* * *

ی

دل جگر دونوں تڑپتے ہوئے منظور نہیں — یہ برا ہے وہ برا ہے تو پھر اچھا کیا ہے
ہے ہمہ اوست فقط میں بھی غلط تو بھی غلط — گنتی ہوتی ہے کچھ اپنی بھی یہ دھوکا کیا ہے
وہ ہے آنکھوں کا اشارہ یہ لبوں کی جنبش — سحر کیا چیز ہے اعجاز مسیحا کیا ہے
وہ تماشہ بھی ہے خود وجہ تماشہ بھی ہے خود — پھر تماشائی بھی خود یہ تماشا کیا ہے
وہ مرا داغ جگر یہ مرے نالے کا شرر — برق کیا چیز ہے مائل ید بیضا کیا ہے

* * *

خدا کو خود میں چھپا لیا ہے یہ اوج کس خاکسار میں ہے
وہ خاک اڑائی ہے خاک ہو کر کہ لامکاں بھی غبار میں ہے

نہ چھیڑ مر جائینگے تڑپ کر کہ دم ہمارا بھرم ہمارا
شکیب میں ہے سکون میں ہے قیام میں ہے قرار میں ہے
یہ عاشقوں سے حجاب کیسا دکھا دو جلوہ اٹھا دو پردہ
کہ ذوق و شوق جناب موسیٰ نگاہ امیدوار میں ہے
رقیب کی آرزو بدل دے الٰہی اس بت کی خو بدل دے
مرا مقدر بھی تو بدل دے کہ سب ترے اختیار میں ہے
جو ساری دنیا کی خاک چھانے وہی یہ مائل کی بات مانے
تمام عالم میں ہے جو لذت وہ ایک ناکردہ کار میں ہے

وہ لیکر کہتے ہیں ٹوٹا ہوا دل
یہ ہے پھوٹی ہوئی قسمت کسی کی
جو دیکھوں آئنہ خود کو نہ دیکھوں
پھرے یوں آنکھ میں صورت کسی کی
نہ کیوں اپنے کو مائل آپ پوجوں
مری صورت میں ہے صورت کسی کی

عقل کا غوغا اور ہی کچھ ہے نفس کی شورش اور ہی کچھ ہے
کام پڑا ہے دونوں سے اک رہبر ہے اک رہزن ہے

شمع لحد ہے برق تجلی سنگ لحد ہے کوہ طور
موسیٰ جس پر غش میں ہے مجھ سوختہ دل کا مدفن ہے
نالۂ بلبل نغمۂ مطرب گریۂ قلقل خندۂ مے
عیش فزا ہے آج مزا ہے وہ ہے میں ہوں گلشن ہے

* * *

چھوٹا منہ ہے مرا بڑی بات
کچھ اور کہونگا پیار کر کے
ہر چیز میں ہے اسی کا جلوہ
بت کو پوجا خدا سے ڈر کے
بے ساختہ لوگ جھومتے ہیں
مائل ترے شعر یاد کر کے

* * *

جانتا ہے جو تجھے کرتا نہیں تیرا بیاں
جو یگانہ ہے تری محفل میں بیگانہ ہے
چھیڑتا ہوں تذکرہ اپنا مگر ڈرتا ہوا
نیند آنے کی نہیں تم کو یہ افسانہ ہے

* * *

کیوں نہ اتراؤں یقیں ہے وعدۂ دیدار کا
حشر میں اچھی کوئی صورت نظر آنے کو ہے
یا الٰہی میں نے کب مانگی تھی قسمت غیر کی
اس کے حصے کی بلا کیوں میرے سر آنے کو ہے

* * *

فرشتے اہل محشر کا اگر دل چیر کر دیکھیں مرا نقش جبیں نکلے ترا نقش قدم نکلے
پڑے میری ہی کانوں میں جو آواز آئے پردے سے پڑے میری ہی آنکھوں پر اگر گھر سے قدم نکلے

خاک ہونے کا تصور جل کے مرنے کا خیال یہ پریشانی مری جمعیت پروانہ ہے
تمکو حیرت کیوں ہوئی مائل نے جانبازی جو کی جل کے مرنا خاک ہونا عادت پروانہ ہے

چار عنصر ایک ہو جاتے ہیں سوز عشق سے
آگ بن جاتے ہیں اجزا خاک و آب و باد کے
سایہ بڑھکر شوخیاں کرنے لگا وقت خرام
تجھ سے بھی آگے چلے فتنے ترے ہمزاد کے

عجیب کیفیت انا ہے کہیں ہے بیجا کہیں بجا ہے
سما گیا ہے الگ الگ ہے ملا ہوا ہے جدا جدا ہے
جنازہ کے ساتھ ساتھ آؤ مزار پر میرے رو کے جاؤ
تمھیں کو قاتل کوئی نہ سمجھے کہ یہ زمانہ بہت برا ہے

فراق کا ذکر تم نہ چھیڑو وصال کا شوق ہم سے پوچھو
وہ کاہشیں تھیں یہ خواہشیں ہیں وہ حسرتیں تھیں یہ مدعا ہے

نہ دل رہے میرے بس میں نہ جاں رہے تن میں   یہ ہاتھ میں رہے وہ زلف پرشکن میں رہے
سما گئیں عوض درد شوخیاں دل میں   ہم ایک شب جو تری چشم سحر فن میں رہے

غیر کا بھیس بدلکر جو وہاں جاؤنگا   منہ پہ مل لونگا سیاہی شب فرقت تیری
ناتوانی کا بھلا ہو کہ بیاں کر نہ سکا   گر پڑی آکے مرے لب پہ شکایت تیری

ہوے وقت آخری مہرباں دم اولیں جو خفا ہوے
وہ ابد میں آکے گلے ملے جو ازل میں ہم سے جدا ہوئے
نہ تجلیاں ہیں نہ گرمیاں نہ شرارتیں ہیں نہ پھرتیاں
ہمہ تن تھے دن کو تو شوخیاں ہمہ تن وہ شب کو حیا ہوئے
مرے نالے ہیں کہ ازل۔ ابد۔ ترے عشوے ہیں کہ لب مسیح
وہاں کن کا غلغلہ وہ بنے یہاں قم کی یہ جو صدا ہوے

مرے دل کے دیکھو تو ولولے کہ ہر ایک رنگ میں جا ملے
جو گھٹے تو ان کا دہن بنے جو بڑھے تو ارض و سما ہوے
کبھی سوزشیں کبھی آفتیں کبھی رنجشیں کبھی راحتیں
ملیں چار ہمکو یہ نعمتیں ترے عشق میں جو فنا ہوے

دل ہمارا چرائے جاتا ہے   وہ جو گردن جھکائے جاتا ہے
توڑاے جوشِ حسن بندِ نقاب   کوئی صورت چھپائے جاتا ہے
کہتے ہیں کان میں وہ موسیٰ کے   کوئی بجلی گرائے جاتا ہے

چمن میں دخت رز آئی ہے سر جھکائے ہوئے   پری کو لایا ہے ساقی دلہن بنائے ہوئے
کسی جگہ مرے قاتل کا بانکپن نہ گیا   وہ روز حشر بھی ہے آستیں چڑھائے ہوئے
پیا جو بادہ گلگوں فلک پہ میں پہونچا   مجھے یہ لال پری لیچلی اڑائے ہوئے
جواب خط نہ کہیں غیر کو سنایا ہو   کہ حرف سب مرے مطلب کے ہیں مٹائے ہوئے

دیکھو پردہ منہ سے اٹھا کر موسیٰ کی کیا حالت ہے

عالم عالم شوق نظارہ تو وہ تو وہ حسرت ہے
گل پہ بلبل مرتی ہے اور شمع پہ ہے پروانہ فدا
ہم تو اسی پہ صدقے ہونگے اپنی اپنی طبیعت ہے
کس نے جلایا کس نے بجھایا پانی لانے دوڑا کون
راکھ میں اب دل ڈھونڈ رہے ہیں ساری انکی شرارت ہے
ہم ہی جلیں گے ہم ہی بھنیں گے آنے دیں گے طور پہ آنچ
موسیٰ کی کل ہو چکی باری آج ہماری نوبت ہے

کر نئی خلقت مری یارب بنا کے دل مجھے
چار دیوار عناصر میں نہ کر داخل مجھے
شمع ساں جلتا ہوں چھپ کر عکس بزم یار میں
صورت ناقوس ہے دیر تو محفل مجھے
میں نہیں جیتا نہ ہوتا گر مرے پہلو میں دل
میں نہیں مرتا جو تو ملتا بجائے دل مجھے

ہر آنکھ میں بند اشک تر ہے
پوشیدہ حباب میں گہر ہے
کیوں عمر دراز چاہتے ہو
موت آئے تو قصہ مختصر ہے
تربت میں سنائینگے فرشتے
منزل میں مسافرونکو ڈر ہے

آتے نہیں دل میں کیوں وہ مائل   ہر تار نفس تو رہگزر ہے

* * *

یہ کس کی نگاہ کا اثر ہے   دل دونوں جہاں سے بیخبر ہے
دل کے ارماں بڑے بڑے ہیں   افسوس کہ عمر مختصر ہے
شیشہ یہ نہیں سمجھ کے توڑو   میرا دل ہے خدا کا گھر ہے
جی میں ہے کہ بے حجاب ہوجائیں   اڑ جائینگے ہوش یہ بھی ڈر ہے

* * *

دو پردے اور رہ گئے بے پردگی کہاں   یہ غش حجاب ہے وہ تجلی نقاب ہے
میں اور وصل کیلئے اقرار کیا کروں   کہتے ہیں وہ سوال ترا لاجواب ہے

* * *

وہ مجنوں ہوں بنا جادہ مرے صحرا میں سجدے سے   جناب خضر کی دستار کھل کر گر پڑی سر سے
نہیں ہے چشم جادوگر میں پتلی اور بت کافر   چھپا ہے سامری آنکھوں میں تیری تیرے ڈر سے
غش آئیگا نہ دیکھو میرے تیخانہ کو اے موسیٰ   کہ برق طوریاں بنکر شرر لپٹی ہے پتھر سے

* * *

ملیں ہم اس طرح باہم دوئی ہم سے جدا ٹھہرے

خدا میں محو ہو جائے تو بندہ بھی خدا ٹھہرے
طلسم معنیٔ آواز کن نظارہ بازی ہے
جو تو منہ دیکھنے والا ہو اسم آئینہ ٹھہرے
محیط شئے بھی ہم ہیں شئے بھی ہم ہیں غور سے دیکھو
ملیں نقطے تو خط ہو۔ خط جھکے تو دایرا ٹھہرے

*

شکست دل کا دعوی ہے کہ ہون محشر کا ہنگامہ
الٰہی صور میں ٹوٹے ہوے دل کی صدا ٹھہرے
نشیب اپنی خموشی ہے۔ فراز اپنا تکلم ہے
گرے نقش قدم ٹھہرے۔ اٹھے بانگ درا ٹھہرے
بتو شاباش کیا کہنا۔ ترقی اس کو کہتے ہیں
نہیں ترشے تو پتھر تھے۔ جو ترشے تو خدا ٹھہرے

*

نگاہیں میری چھو کر آئیں معشوقوں کے چہرے کو
کسی پر کچھ نشانی ہے کسی پر کچھ نشانی ہے

قیامت کی ہے عیاری کہ موسیٰ نے نہ پہچانا
وہ بے پردہ کھڑے ہیں اور لب پر لنترانی ہے

شب وصل یوں ہی بسر ہو گئی
جھگڑتے جھگڑتے سحر ہو گئی
کہیں کیا خدا بھی ہمارا نہیں
کریں کیا خدائی ادھر ہو گئی
پھرا جستجو میں تری عمر بھر
مری عمر یوں ہی بسر ہو گئی
وہاں ہر نگہ بے اثر ہو گئی
بتوں کو خدا کی نظر ہو گئی
مجھی سے قیامت ہیں کتنک حجاب
کہ دن چڑھ گیا دوپہر ہو گئی

*

کیا ہے قید مجھکو چار دیوار عناصر میں
شکست رنگ سے آواز آتی ہے سلاسل کی
گدائے حسن ہوں لاکھوں مزے دلمیں سمائے ہیں
ہزاروں طرح کی ہیں نعمتیں جھولی میں سائل کی
جسے میں دیکھ لیتا ہوں سما جاتا ہے وہ اسمیں
بڑی وسعت ہے یارب اس فراخ آنکھ کے تل کی

*

نہ بیٹھو صحن میں گھونگٹ اٹھا کر
کہیں موسیٰ نہ جھانکیں طور پر سے
قیامت کی بڑی ہے دھوم یارب
بدلدے میری فرقت کی سحر سے

مجبور پا لیا ہے جو ہر کام میں مجھے   ہر بات میں قسم ہے مرے اختیار کی
دل میں امید۔ امید میں غم غم میں شوق خیال   اک رات میں رہا ہوں نگاہونمیں یار کی

گرے موسیٰ یہ کہکر اچھی صورت ایسی ہوتی ہے
تمھارے دیکھنے والوں کی حالت ایسی ہوتی ہے
نکلتی ہے نہ آنکھوں سے نہ جاتی ہے خیالوں سے
کسی کمسن کی بھولی بھولی صورت ایسی ہوتی ہے
جلا کر خاک کردی برق ایمن کو بھی اے موسیٰ
انہیں مٹی کے پتلوں میں شرارت ایسی ہوتی ہے

توڑینگے پھر خدا کا اسے گھر بنائینگے   ہم دل کو لامکاں کے برابر بنائینگے
ہنگامہ گر بپا نہو کیا لطف دید کا   وہ اپنے جلوہ گاہ کو محشر بنائینگے
تو سب کی صورتوں میں ہے پھر سب سے پاک ہے   ہم تیری شکل ذہن میں کیونکر بنائینگے

جان کر بھی وہ نہ جانیں مجھکو   عارفانہ ہی تجاہل ٹھہرے

کھل گئی بے ہمگی باہمگی　　کل میں جب محو ہوئے کل ٹھہرے

* * *

خلوت دل جسے کہتے ہیں عجب محفل ہے　　یاں ہے بیخود کوئی تشنہ کوئی حیراں کوئی
جوڑ کر صور بنا لیں گے اسے اسرافیل　　توڑ کر پھینکئے جو میرا دل نالاں کوئی
اے خدا ہو دم بخشش دل و دیدہ میں تلاش　　تا چھپائے نہ کسی بت کو مسلماں کوئی

* * *

کیا دعا دوں اور تمکو حشر میں　　تم خدا بن جاؤ اس دن کے لئے
جان مائل کیوں ہو مائل سے خفا　　کیا دیا تھا دل اسی دن کے لئے

* * *

بوٹا سا یہ ہے پر ہے قیامت کے برابر　　قامت کی ترے نشو و نما اور ہی کچھ ہے
واں ذکر کہ ہوں رشک دہ جلوۂ ایمن　　یاں فکر کہ وہ بت بخدا اور ہی کچھ ہے
عمر خضر اتنی نہ قیامت کا دن اتنا　　کافر ترا گیسوئے رسا اور ہی کچھ ہے

* * *

بار عصیاں سے ترے محشر میں ٹوٹا پل صراط　　بار اترے کس طرح خلقت ہے گھبرائی ہوئی
میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں تو ہی تو ہی تو ہی تو　　خود کو بھولا تجھ سے جب مجھکو شناسائی ہوئی

آج کس نے زندگی پہ موت کو ترجیح دی
صور کی آواز ہے محشر میں شرمائی ہوئی

اب میں کروں تلاش خدا تو سزا ملے
یہ بت کریں خدائی تو کیوں کر خدا ملے
تسلیم کا جواب نہ تعظیم کا خیال
جب آپ یوں ملیں تو بھلا کوئی کیا ملے
خضر و مسیح کو ہو مری زندگی پہ رشک
تیرا مریض ہوں مجھے ایسی دوا ملے
جس دل پہ کی نظر تری صورت نظر پڑی
جس آنکھ میں گیا میں ترے نقش پا ملے

دونوں ہوں گم وصال میں ایسا مزا ملے
میرا پتا ملے نہ تمہارا پتا ملے
تکلیف جھوٹ۔ درد غلط۔ شور افترا
دوزخ بھی خلد ہو جو کوئی آشنا ملے

دل لیکے کھڑا ہے کوئی آنکھیں تو اٹھاؤ
پھینکو تو سر عرش کمند اپنی نظر کی
ایمن میں اسی خوف سے موسی کو غش آیا
لگجائے اوسے چوٹ نہ جنبش سے نظر کی
دعوائے خدائی کرے گوسالہ کا یہ منہ
مٹی سے بنا ہے وہ ترے راہگزر کی
تم دل سے نہ نکلو گے یہ ہے بھول بھلیاں
پیچیدہ بہت راہ ہے اللہ کے گھر کی

جان وہ جان ہے جو تیرے لئے جاتی ہے   چیز وہ چیز ہے جو وقت پہ کام آتی ہے
وہ طبیعت ہے طبیعت کہ جو خلوت میں ہو شوخ   آنکھ وہ آنکھ ہے مجمع میں جو شرماتی ہے
لوح دل پاؤں تو گنجینۂ مخفی ہاتھ آئے   خود طلسمات ہوں دنیا بھی طلسماتی ہے
زندگی اور ہے کیا شئے فقط آنا جانا   غور کر سانس یہ اک آتی ہے اک جاتی ہے

* * *

جو دس بیس کی دلربائی کرینگے   یہ مٹی کے پتلے خدائی کرینگے
جو انجان پھرتے ہیں وہ جان لیں گے   یہ نا آشنا۔ آشنائی کرینگے
پسند آئے بے پردگی جنکو مائل   وہ کیا دعوئ پارسائی کرینگے

* * *

ضعف کیا آیا زمانہ پھر گیا   سر کا چکر گردش ایام ہے
خوگر تنہائی ہجراں ہوں میں   اضطراب دل میرا آرام ہے
اس میں ہوتی ہیں بڑی بدنامیاں   عاشقی کیا کوئی چھوٹا کام ہے
یوں تو کوئی موت سے بچتا نہیں   ہے وہ زندہ جسکا باقی نام ہے
خط تو قاصد میں نے پورا پڑھ لیا   کیا زبانی بھی کوئی پیغام ہے

یہ کیا کہا۔ ہے آنکھ کے اندر حسیں کوئی   تیرے سوا میری نظر میں نہیں کوئی
کیا شوخیٔ قدم نے مزا اس میں بھر دیا   تیری گلی میں جوم رہا ہے زمیں کوئی
مجھ سا بھی تو نہیں ہے جہان خراب میں   مانا کہ سارے شہر میں تجھ سا نہیں کوئی

* * *

مزا دل لگی کا وہی جانتا ہے   جو ہر کام کو دل لگی جانتا ہے
نہیں جانتے گھورتے ہیں جو مجھکو   جو انجان ہے بس وہی جانتا ہے

* * *

کونسی چیز جوانی نے ملا دی اس میں   جیسی اب ہے تیری صورت کبھی ایسی تو نہ تھی
کسکی آنکھوں میں رہا تو یہ اثر کس کا ہے   تیری آنکھوں میں مروت کبھی ایسی تو نہ تھی

* * *

تو ہی جو روز حشر بھی پیش نظر رہے   خود کی خبر رہے نہ خدا کی خبر رہے
اس دل کا نام دل ہے جو تمکو پسند آئے   وہ مال۔ مال جب یہ تمہاری نظر رہے

* * *

یہ بتا دو کہ مقدر کا لکھا کس کا ہے   جو بھلا ہے سو تمہارا تو برا کس کا ہے
جام مے بن کے ہو محفل ساقی میں بلند   نہیں معلوم کہ یہ دست دعا کس کا ہے

حسن بے پردہ ہوا آپ ہی اپنا پردہ   تیرے قربان یہ انداز حیا کس کا ہے

پردا اٹھا نظر کے مقابل نظر ہوئی   اتنی خبر ہے پھر نہ مجھے کچھ خبر ہوئی
ہاں ہاں کسی سے تم نہیں ملتے بجا درست   مشہور سارے شہر میں جھوٹی خبر ہوئی

فرشتے روز و شب اتریں تو لطف کیا یارب   کبھی تو حور اتر آئے آسمانوں سے
وہ آسماں ہوں جس سے زمیں دبتی ہے   زمیں وہ ہے نہیں دبتی جو آسمانوں سے
فقیر شہر خموشاں میں بھیک کیا مانگے   صدا کسی کی نکلتی نہیں مکانوں سے
نماز پڑھنے لگا شوق جبہ سائی میں   خدا ملا تو بتوں ہی کے آستانوں سے

فرشتہ بھی جو بنوں میں تو اعتبار نہ ہو   بچوں خدا ہی بچائے تو بدگمانوں سے

منہ آئینہ میں دیکھ کے مضطر ہوا کرے   اپنی ہی چوٹ آپ وہ کھائے خدا کرے
بت بھی مرا جمیل خدا بھی مرا جمیل   دونوں میں نوک جھوک برابر ہوا کرے
یوسف کا ذکر کیوں یہ زلیخا کا ذکر کیوں   تو خواب میں کسی کے نہ جائے خدا کرے

کسی محفل میں بے اثر نہوئی   کیا نظر کو تری نظر نہوئی
سا یوں دیا ہم نے دل بڑھا کر ہاتھ   دوسرے ہاتھ کو خبر نہوئی
شب فرقت کا طول کیا پائیں   کہ قیامت میں بھی سحر نہوئی

مسجد ہے بتکدہ ہے دل ہے رگِ گلو ہے   کس گھر میں تجھکو ڈھونڈھوں ہر گھر میں تو ہی تو ہے
مستی کی خواہشیں ہیں مستونکی کوششیں ہیں   مستانہ لغزشیں ہیں ہونٹوں پہ ہائے ہو ہے
اے بیمثال تجھکو کس سے مثال دوں میں   صورت یہی ہے تیری سب صورتوں میں تو ہے
ناقوس کی فغاں میں آوازِ اذاں میں   تیرا ہی تذکرہ ہے تیری ہی گفتگو ہے
ہے وصل کل میں کل کا دریا میں موج پیدا   موجوں میں قطرہ قطرہ قطرہ میں آبرو ہے
ظاہر میں فصل پیدا باطن میں وصل پیدا   دل تجھ میں۔ تو ہے دلمیں تجھ میں مجھ میں تو ہے

وہ آنکھ استاد نکلی سامری کی   جو متوالی ہے کالی ہے بھری ہے
ازل سے ہے مرا دل پارہ پارہ   جدا اس پھول کی ہر پنکھڑی ہے
سا یہ کیا سب دین و دنیا کی خرابی   الٰہی میرے حصے میں پڑی ہے

جھوٹا وعدہ ہنسی لبوں پر پھر اسپہ قسم ہمارے سر کی
بولے۔ پوچھا جو حال دل کا کیا ہمکو خبر خدا کے گھر کی

* * *

مزے کی بات ہے اقرار و انکار تری ہاں لڑ گئی تیری نہیں سے
ادا انسان کی مکھڑا پری کا ملا ہے کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے
مرا دل اپنی آنکھوں سے لگا لو خدا کو دیکھ لو اس دوربیں سے

* * *

عبادت میں ستم کے ڈھنگ دیکھو مزاج دشمناں پوچھا ہمیں سے
بدلکر بھیس روئے ہم پس مرگ کہ مینہ برسا بخار اٹھکر زمیں سے
بنا ہے حور عین میری لحد میں نکل کر داغ سجدہ کا جبیں سے

* * *

چھیڑتا کیوں ہے مجھے پوچھکے دشمن کا مزاج مارتا کیوں ہے مجھے غیر پہ مرنیوالے
طالب وصل سے کہتے ہو گنہ ہے یہ کام ایک تم ہی تو ہو اللہ سے ڈرنیوالے
سن کے وہ تذکرۂ خضر و مسیحا بولے ان کا کیا ذکر وہ ہم پر نہیں مرنیوالے

تو ازل کے دن جو ملا مجھے ہوین باتیں یہ کہ نہ بھولئے
ترے وعدے ہائے وہ کیا ہوئے نہ پیام ہے نہ سلام ہے
مے ناب عشق پلا مجھے وہ جو بکتی ہے نہ دلا مجھے
یہ ہے سودمند وہ ہے مضر یہ حلال ہے وہ حرام ہے
وہ تپش سے انکی ہیں آفتیں کہ یدل رہا ہو نہیں کروٹیں
نہ سکون ادہر نہ شکیب ادہر نہ قرار ہے نہ قیام ہے

*

کر طواف اسکا اسی کے گرد پھر
کعبہ دل قبلہ حاجات ہے
صبح محشر سے نہیں کم صبح وصل
شرم دونوں کی خدا کے ہات ہے
مونہہ سے نکلی تو پرائی ہو گئی
میری دشمن میرے منہ کی بات ہے

*

اجاڑے خزاں نے۔ گرائے ہوا نے
چمن کیسے کیسے مکاں کیسے کیسے
سر بزم کس کس طرح انکو دیکھا
نظر سے لئے امتحاں کیسے کیسے
کھلا ان پہ جب خاکساروں کا رتبہ
زمیں تک جھکے آسماں کیسے کیسے
نکلتا جہنم سے لیکر بتوں کو
خیال آ گئے درمیاں کیسے کیسے

تم تو پہلو میں نہیں دل رہے کیوں پہلو میں — یہ اگر قبلۂ حاجات ہے یہ بھی نہ سہی
پاس آنا بھی گیا پاس بلانا بھی گیا — دور سے لطف اشارات ہے یہ بھی نہ سہی
نہیں سنتے نہ سنیں آپ مگر کام کی بات — آپکے کام کی اک بات ہے یہ بھی نہ سہی

بتوں کی دلبری وہ رنگ لائی — خدا کے پاس بھی اب دل نہیں ہے
چھپے گی کس طرح مجنوں سے لیلیٰ — تصور پر وہ محمل نہیں ہے
حسینوں ہی کے ہاتھوں میں رہیگا — ہمارا دل ہمارا دل نہیں ہے

دل کے کچھ ٹکڑے نگاہ فتنہ گر لیتی گئی — پھول یہ مالن چمن سے توڑ کر لیتی گئی
رشک کیا کیا میرے دلکو میری آنکھوں پر ہوا — جب نگاہ شوق تا سوراخ در لیتی گئی

آہیں مری ہیں طبع مکدر کا سائباں — بادل بنے اٹھے جو بخارات خاک سے
اعضا میں ہے جو حسن وہ زیور میں ہے کہاں — چہرے میں چار چاند لگے آنکھ ناک سے

رہے نہ آج دلوں میں کچھ آرزو باقی — ہو وہ بھی ختم جو ہے کل کی گفتگو باقی

نکل گئی مری آنکھوں کی جو تمنا تھی   نکال اسے بھی کہ ہے دل کی آرزو باقی
ازل میں مل کے رہا یاں بچھڑ گیا آکر   رہیگی تا بہ ابد تیری جستجو باقی
تمہارے مست کہیں بیٹھتے بھی ہیں نچلے   وہی ہے نشہ وہی شیشے کی ہاؤ ہو باقی

* * *

گئی بہار جوانی کے داغ عشق مٹے   چمن میں پھول نہ پھولوں میں رنگ و بو باقی
ابھی تلاش ہے کس شئے کی میرا دل لیکر   تری نظر میں ہے انداز جستجو باقی
جو شوق دید خدا ہو بتوں کا منہ دیکھو   رہے نہ زیست میں تا یہ بھی آرزو باقی

* * *

آنکھیں ہوئیں جو بند جہاں تھے وہیں تھے ہم   دنیا میں عمر بھر جو چلے بھی تو کیا چلے
گھس کر عدو کے دلمیں کسی کو اڑا کے لاؤں   بنکر فرشتہ جاؤں اگر بس مرا چلے
دونوں کے دونوں حشر میں گم ہوں تو ہو بہتر   تیرا پتہ چلے نہ ہمارا پتا چلے
نکلے ہمارے آئینہ دل سے مثل عکس   گھر میں خدا کے آئے تو بے نقش پا چلے
جس کا یہ ہو عقیدہ کہ ہے ہر طرف وہی   وہ طور پر بھی چار طرف دیکھتا چلے
سارے جہاں میں ہوم ہے رفتار خضر کی   چوموں قدم جو اسکی گلی میں ذرا چلے
باہر گئے تو بنکے خضر تمکو ڈھونڈ آئے   گھر میں رہے تو صورت قبلہ نما چلے

وہ جس لباس میں ہو اُسے جان جائینگے   ہم اپنے دل کے چور کو پہچان جائینگے
اظہار مدعا میں سلیقہ بھی شرط ہے   جو ماننے کی بات ہے وہ مان جائینگے
دلچسپ ہو نہ بات تو وہ بات ہی نہیں   دشمن کی گفتگو کو وہ کیا مان جائینگے

ذرہ ذرہ، ریزہ ریزہ بھید سے خالی نہیں   میں بھی حیرت گاہ ہوں دنیا بھی حیرت گاہ ہے
سنگ رہ ہو یا ستارہ ہو کوئی یا خضر ہو   غیر کو جو راہبر سمجھے وہی گمراہ ہے
دیر جائے کعبہ جائے یا کرے دنیا کی سیر   جو طریق عشق کو چھوڑے وہی گمراہ ہے

دل ہی شرمندہ ہے کچھ عکس تمہارا ہم سے   آئینہ خانہ میں تم ساتھ رہے کس کس کے
ساری دنیا میں جو پوچھو تو ہوں دل کا قائل   فکر بھی فکر ارادے بھی ارادے کس کے
کہتے ہیں دیکھ کے وہ ذوق مرا شوق مرا   ساری دنیا سے نرالے ہیں تماشے اس کے

جھانک کر یوں کہا کرے کوئی   مجھکو دیکھے خدا کرے کوئی
پوچھتے کیا ہو پھر تم آئے کیوں   دل نہ ٹھہرے تو کیا کرے کوئی
کہیں بت ہو کہیں خدا ہو تم   تم سے کیونکر ملا کرے کوئی

جو خدا کا حجاب بن جائے　　ایسی ہستی کو کیا کرے کوئی

* * *

یہ سب کو پھونک دے گی مکاں ہو کہ لامکاں　　بجلی چمک رہی ہے ہمارے خیال کی
لیلیٰ کی شوخ آنکھ پڑی لب پہ قیس کے　　جنگل میں شیر سے ہے لڑائی غزال کی
مرکز تو دل مرا ہے خدا ہے محیط کُل　　پرکار بن کے پھرتی ہے وسعت خیال کی
دوزخ کو دیکھتے ہی ترمست خوش ہوئے　　سمجھے یہاں بھی گرم ہے بھٹی کلال کی
آئے وہ اس طرح سے حسینوں کی بزم میں　　جیسے جوان دل میں تمنا وصال کی

* * *

رازِ دلِ عاشق گرہِ بندِ قبا ہے　　خلوت میں اگر بھید یہ کھل جائے مزا ہے
تم بات کرو منہ سے ابھی پھول جھڑینگے　　کہتی ہے خموشی کہ تکلم میں مزا ہے
یارو نہیں ہونگی کبھی آنکھیں مری نیچی　　اک رات وہ میری بھی نگاہوں میں رہا ہے
کمسن ہیں سمجھتے نہیں آنکھوں کا اشارہ　　گھبرا کے وہ کہتے ہیں خدا جانے یہ کیا ہے
میرا وہ اشارہ کہ مرے قلب میں ہے کون　　ان کا وہ کنایہ کہ مرے ہاتھ میں کیا ہے

* * *

منہ اپنا آپ دیکھ کے سجدہ کیا کرے　　اپنی نظر میں تو ہی خدا ہو خدا کرے

مجھ سے یہ کیوں کہا کہ بڑے بیوفا ہو تم　　تم سے وفا کرے تو یہی بیوفا کرے
جاتا ہے ان کے گھر تو بڑی آرزو سے تو　　مائلؔ تری مراد بر آئے خدا کرے

کون ہے تیرے سوا اے مرے خالق دلمیں　　آئینہ دیکھ لے آئینہ بنانے والے
کیسے ناکام رہے عشق میں قیس و فرہاد　　بھولے بھالے تھے غریب اگلے زمانے والے
ہائے کعبے میں بھی دیدار کو آنکھیں ترسیں　　گھر دکھاتا ہی تھا منہ نہ دکھانے والے
آتش عشق نے آخر کو انھیں بھی پھونکا　　آگ میں کود پڑے آگ لگانے والے

لگے چھلکنے جو ساغر تو میں چہکنے لگوں　　مزے مزے کی وہ باتیں سنیں پلا کے مجھے
بڑا مزا ہو جو محشر میں وہ حسیں یہ کہے　　تو پل صراط پہ چل گود میں بٹھا کے مجھے
عمیق بحر شکستہ جہاز، تند ہوا　　خدا رکھے نہ بھروسے پہ ناخدا کے مجھے
قدم قدم پہ تری راہ میں طواف کیا　　پھرا کے لائی نظر گرد نقش پا کے مجھے

پھرا کرتا ہے نظروں میں جو نظروں سے ہے پوشیدہ
وہی آنکھوں سے خارج ہے وہی آنکھوں میں داخل ہے

زیادہ دینے والے کا ہے رتبہ لینے والے سے
سخی کا ہاتھ اونچا اور نیچا دست سائل ہے
مرے جو تجھ پہ جیتے جی ٹھکانہ پھر کہاں اس کا
نہ وہ مردوں میں داخل ہے نہ وہ زندوں میں داخل ہے
دو عالم جس کی موجیں ہیں عجب دریا ہے وہ دریا
نہ اس پہلو میں ساحل ہے نہ اس پہلو میں ساحل ہے
جدا ہو کر بھی لیلیٰ دیدۂ مجنوں کی پتلی ہے
اسی کی آنکھ کا پردہ ہے وہ جو گرد محمل ہے
مہذب، خوش سلیقہ، باادب ہیں سب عدم والے
نہ ہنگامہ ہے محفل میں نہ باہر شور محفل ہے
نہ دنیا اس کی حد میں ہے نہ عقبیٰ اسکی سرحد میں
دو عالم سے جدا ہے تیسرا عالم مرا دل ہے

⁂

وہ جو بے پردہ سر محشر چلے — ہوش اڑے دل گر پڑا ہم مر چلے
شرم پھر کیوں دیدۂ دل سے مرے — تم یہاں اکثر پھر آکر چلے

لایا ہے کیوں رقیب کو آفت بن ڈال کے   دل اس کا پھیر دے کوئی حیلہ نکال کے
ہوتی ہے کیا شریفوں میں ایسی ہی گفتگو   تم مجھ سے بات چیت کرو منہ سنبھال کے
ہوں محو ذات اسم و صفت سے ہے کیا غرض   بیٹھا ہوں میں خدا کو بھی اب بھول بھال کے

* * *

مضطر وہ ہوں جو مر کے بھی ٹھیروں مزار میں   رکھ دوں فلک کے سر پہ زمیں کو اچھال کے
کیوں شوق سے گروں نہ جہنم کی آگ میں   تیرے جلال میں بھی ہیں جلوے جمال کے
بار گنہ سے حشر میں حیلہ ہی نہ چل سکے   پیش خدا ہم آئے مگر وقت ٹال کے
سر بھی جھکا ہوا ہے نظر بھی جھکی ہوئی   میں کس طرح دکھاؤں کلیجا نکال کے

* * *

مجھ کو مارو گے ادا سے کہ نظر سے پہلے   تیر آئیگا مرے دل پہ کدھر سے پہلے
دل ہوا محو فغاں پچھلے پہر سے پہلے   اس مؤذن نے اذاں دی ہے سحر سے پہلے
تیرے ہی حسن کی گرمی ہے بتوں میں یا رب   آگ پھیلی یہ بھڑک کر ترے گھر سے پہلے
کیا تعجب ہے جو وحدت سے یہ کثرت نکلی   تخم میں بھی تو شجر ہی تھا شجر سے پہلے
خاک میں مل کہ خدا تجھ کو سرافراز کرے   تخم کو دیکھ وہ کیسا تھا شجر سے پہلے

* * *

نام وحدت کا بھی کثرت ہی سہی
تیری صورت مری خلوت ہی سہی
جرم کرنا تو ہماری خو ہے
عفو کرنا تری عادت ہی سہی
وہ نہ آئے تو وضو کر لوں میں
شب فرقت میں عبادت ہی سہی
عشق کی آگ میں ہم جلتے ہیں
یہ بھی اعمال کی شامت ہی سہی
عہد و پیماں پہ شک آیا کہ نہیں
مسکرانا تری عادت ہی سہی
کیوں ہو خاموش کرو کچھ باتیں
میرے دشمن کی حکایت ہی سہی

*

وعدہ کر لو کہ تسلی ہو جائے
وعدۂ روز قیامت ہی سہی
کچھ تو بخشش کو بہانہ مل جائے
حشر کے روز ندامت ہی سہی
خود کو جانا بھی تو بے خود ہو کر
میری آگاہی میں غفلت ہی سہی
کون کرتا ہے پرستش میری
دل کے اندر تری صورت ہی سہی
تم سے بت خانہ تو چھوٹا مائل
آؤ کعبہ کی زیارت ہی سہی

*

پردے میں اس کی شکل چھپائی ہوئی سی ہے
آدم میں روح بن کے سمائی ہوئی سی ہے
ہوتا نہ عشق تم نہ دکھاتے جو ہم کو آپ
خود کب لگی یہ آگ لگائی ہوئی سی ہے

ان کی زباں پہ غیر کی تعریف ہائے ہائے	کیوں کر کہوں یہ بات بنائی ہوئی سی ہے
مائل کسی کے وعدہ پہ اللہ رے خوشی	گویا مراد تیری بر آئی ہوئی سی ہے

منہ کی چمک نقاب پہ چھائی ہوئی سی ہے	پردے سے شکل وہ نکل آئی ہوئی سی ہے
یاں حسن کارساز ہے واں عشق کارساز	دونوں گھروں میں آگ لگائی ہوئی سی ہے
ہوں بعد مرگ شرم گنہ سے عرق عرق	بے غسل میری لاش نہائی ہوئی سی ہے
یا رب بتا کہ پوچھنے والا مرا ہے کون	مجھ میں جو شکل تیری بنائی ہوئی سی ہے

کیا صبر ہو کیا چین ہو جب وہ نظر آئے	دل تھام لیا جان چلی اشک بھر آئے
اب اور کہاں دید کی امید بر آئے	محشر میں بھی وہ آئے تو منہ ڈھانپ کر آئے
آنکھیں تو مری بند تھیں ہنگام تصور	اللہ وہ کس راہ سے دل میں اتر آئے
فکروں کے سمندر کا کنارا نہیں ملتا	ڈوبے کبھی پانی میں کبھی ہم ابھر آئے
اظہار حقیقت پہ شناسائی ہے موقوف	پہچانے یہاں کون خضر بھی اگر آئے
مٹ جائے برائی جو گزر جاؤ خودی سے	ہر عیب ہنر ہو مجھے ایسا نظر آئے
دیکھو تو یہ میخانہ ہے مسجد نہیں مائل	کیا بھول گئے راستہ دیکھو کدھر آئے

وہ دل لے کے پھر بدگماں ہو رہا ہے　　یہ کس طور کا امتحاں ہو رہا ہے
ترے نقش پا سے اٹھے ایسے فتنے　　زمیں کا طبق آسماں ہو رہا ہے
ٹھہرتا نہیں درد دونوں کے دل میں　　یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے

* * *

اسی کی بدولت خدا مل گیا　　مری بے خودی میرا ایمان ہے

* * *

رباعیات

یہ مجھ سے نہ پوچھ تو نے کیا کیا دیکھا　　یارب جو کچھ نظر نے دیکھا دیکھا
خود ہی کو ڈھونڈنے کی نوبت آئی　　اچھا میں نے ترا تماشا دیکھا

* * *

میں حشر میں بے یار و مددگار آیا　　خود سر پہ گناہوں کا لئے بار آیا
دیکھا جو مجھے دور سے اک جھومتی　　رحمت یہ پکاری وہ گنہگار آیا

* * *

اشک آئے نم شدہ سے جو چشم تر میں　　دل جلنے لگا تڑپ تڑپ کر بر میں

مائلؔ یہ ماجرا نہ دیکھا نہ سنا   پانی سے لگی آگ خدا کے گھر میں

⁂

کہتے ہیں کہ رونق جمالی ہوں میں   شہرہ ہے کہ جلوۂ جلالی ہوں میں
جو نام پسند آئے پکارو مجھ کو   کچھ بھی نہیں تصویر خیالی ہوں میں

⁂

پیری میں شباب کی نشانی نہ ملی   افسوس متاع زندگانی نہ ملی
جو کچھ کھویا تھا ڈھونڈ کر پایا   ہر چیز ملی مگر جوانی نہ ملی

⁂

ہے عرش بھی یک فرش قدم کا تیرے   تقدیر نوشتہ ہے قلم کا تیرے
رحمت کے بقیہ سے بنا ہے دوزخ   اللہ رے شعبدہ کرم کا تیرے

سلام

دکھائیں خواب میں صورت ابو تراب مجھے   اندھیری رات میں ملجائے آفتاب مجھے
فلک کے منہ پہ ہیں انجم تو میرے منہ پہ اشک   ملے ستارے اسے گوہر خوش آب مجھے

یہ نوحہ گرِ غمِ شبیر ہیں، وہ چاکِ جگر   عزیز کیوں نہ ہو بلبل مجھے گلاب مجھے
ملا فلک کو جو سورج تو پنجتن مجھ کو   مرے خدا نے دیے پانچ آفتاب مجھے
غش آئے بھی تو سنبھل جاؤں یا علی کہہ کر   دکھائے طور کی تجلی جو آب و تاب مجھے
قدم صراط پہ رکھتے ہی گم ہوا مائل   اٹھا کے لے گیا دستِ ابوتراب مجھے

عروج نظم دکھا دو بلند بینوں کو   ہم آسمان بناتے ہیں ان زمینوں کو
غمِ حسین میں عالم کے جل رہے ہیں دل   بلا کی آگ لگی ہے ان آبگینوں کو
وہ ہاتھ ہاتھ جو آنکھوں پہ آستیں رکھتے   وہ آنکھ آنکھ کرے تر جو آستینوں کو
سلام و مرثیہ سننے کو آ رہے ہیں مَلَک   اتارتا ہوں زمیں پر فلک نشینوں کو
کسی کی حد سے زیادہ نہ کیجیے تعریف   بڑھا نہ دیجیے ہاتھوں سے آستینوں کو
کسی کا طور پہ غوغا کسی کی عرش پہ دھوم   کہاں کہاں وہ بلاتا ہے پاک بینوں کو

جو دے ملوں کا بھلا جو نہ دے ہو اُس کا بھلا   ترے فقیر یہی اک صدا سنا کے چلے
بچے غرور سے جن کے ہنر کو اوج ہوا   وہ ماہِ نو کی طرح اپنا سر جھکا کے چلے
ہوا پسند نہ آئی جو باغِ عالم کی   کلی کی طرح سے اصغر بھی مسکرا کے چلے

فلک کی سیر دکھائی ہے خاکساری نے   غبار بن کے اڑے دوش پر ہوا کے چلے
وہ بن کے آئے قیامت میں خوں بہا حسینؑ   جو کوہ طور پہ موسیٰ کے ہوش اڑا کے چلے
بن آئی جان پہ مائل ہماری آمد سے   بجھا چراغ یہ جھونکے اگر ہوا کے چلے

*

علی تیغ آتش فشاں کھینچتے ہیں   سپر سنہ پہ ہفت آسماں کھینچتے ہیں
ہوا دود دل آسمانوں سے اونچا   سر عرش یہ سائباں کھینچتے ہیں
وہی جو ابھی ہم پہ ڈالیں گے مٹی   جنازے پہ کیوں سائباں کھینچتے ہیں
ادھر جائیگا تن ادھر جائیگی روح   مجھے تو زمین آسماں کھینچتے ہیں
بٹھا دو وہیں ساقی حوض کوثر   شراب محبت جہاں کھینچتے ہیں
خدا سے جدا کر دیا ہے خودی نے   یہ دیوار ہم درمیاں کھینچتے ہیں

*

مرثیہ

(نوٹ۔ یہ مرثیہ اصل میں بجائے نو بند کا ہے یہاں صرف چند نقل کئے گئے ہیں)

ہمشکل مصطفےٰ ہیں علی اکبر جواں   مادر کا دل پھوپی کا کلیجہ پدر کی جان
قربان حسن ثانی پیغمبر زماں   دونوں میں ایک فرق رہا انکے درمیان

سب تاڑ جائینگے کہ یہ کس کا ظہور ہے
قد نخل طور سر ثمر نخل طور ہے

خیمہ سے اسطرح نکل آیا وہ خوش صفات   جسطرح نکلے منہ سے کسی کے خوشی کی بات
لو قدر کی الگ رمضاں سے ہوئی ہے رات   شعبان کے مہینے سے نکلی شب برات
ماہی کے منہ سے یونسؑ ذیشاں نکل گئے
غل تھا کہ چاہ سے مہ کنعاں نکل گئے

برج حمل سے مہر درخشاں نکل گیا   منزل کو چھوڑ کر مہ تاباں نکل گیا
گھر سے خلیل پاک کے مہماں نکل گیا   مسجد سے ایک مرد مسلماں نکل گیا
پتلی کھنچ آئی چشم شہ مشرقین کی
غل تھا کہ جاں نکل گئی جسم حسین کی

پیش امام آکے یہ بولا وہ ذی شعور   ماں سے پھوپی سے مل گئی رخصت مجھے حضور
فرمایا شاہ نے کہ اجل ابھی نہیں ہے دور   کی التماس موت میں پھر دیر کیا ضرور
جی میں یہ ہے کہ نیزہ کلیجے کے پار ہو
دل تھام کر یہ کہدیا اچھا سوار ہو

ہمصورت رسولؐ چلا ہو کے جب سوار   بھاگڑ پڑی سواروں میں بیدل ہوے فرار

میدان حشر بن گیا میدان کارزار   سمجھے یہ سب کہ آتا ہے اب قہر کردگار
بولے سوار گر کے یہ زوج بتول ہے
پیدل پکار اٹھے یہ خدا کا رسول ہے

باہر نکل کے شمر نے پوچھا یہ غل ہے کیا   پیدا ہوئی ہے چھاونی میں کیا کہیں وبا
بولی سپاہ شام ذرا تو ٹھہر تو جا   آتی ہے کوئی دم میں ترے سر پہ بھی قضا
افسر جو بن گیا ہے ڈراتا ہے فوج کو
بستی میں پھینک دے گا یہ سب تیرے اوج کو

سمجھا جہنمی کہ مقدر الٹ گیا   پھولا پھلا درخت حیات آج کٹ گیا
دو گام دیکھنے کو بڑھا بڑھ کے ہٹ گیا   کہنے لگا لرز کے جگر میرا پھٹ گیا
بھوکا ہے تین دن کا یہ جینے سے سیر ہے
شیر خدا کے شیر کا بچہ ہے شیر ہے

ہاں نیزہ بازو آگے بڑھو نیزوں کو ہلاؤ   باندھو صفیں بڑھاؤ رسالے پرے جماؤ
تیغیں نکالو ڈھالیں سنبھالو علم اٹھاؤ   انعام خوب دوں گا اسے مار کر تو لاؤ
ہے اس کے ساتھ موت شہ مشرقین کی
یہ ماہ رو تو جان ہے جسم حسین کی

اللہ رے ہیبت پسر ابن بوتراب　　تھرا رہا ہے عرش لرزتا ہے آفتاب
ہے زلزلہ نمود زمیں کو ہے اضطراب　　قطبین کانپتے ہیں غضب کا ہے انقلاب
مریخ کٹ کے گرتا ہے گردوں کے کاخ سے
جبریل ڈر کے لپٹے ہیں سدرہ کی شاخ سے

رہوار کو دبا کے جو لی ہاتھ میں عنان　　پھر کیا تھا اڑ چلا فرس اکبر جوان
اللہ رے اوج ثانی پیغمبر زماں　　غل تھا کہ وہ طور پہ موسیٰ ہوئے عیاں
قبضہ حسام کا ید بیضا ہے ہاتھ میں
تلوار کیا ہے برق تجلی ہے ہاتھ میں

پارہ تڑپ کے اڑ گیا یا صبا چلی　　کافر یہ سمجھے جانب لشکر قضا چلی
شاعر لگے پکارنے نشتر رسا چلی　　گھوڑا ہوا ہوا جو ذرا بھی ہوا چلی
مانند صاعقہ وہ ہوا میں روانہ تھا
موج ہوا کا سایہ اسے تازیانہ تھا

غنچے چٹک کے کہتے تھے باد صبا چلی　　پریاں پھڑک کے کہتی تھیں تیغ ادا چلی
حوروں نے دی صدا نگہ فتنہ زا چلی　　چلا اٹھے خضر مری عمر رسا چلی
مثل دعا فلک کی طرف وہ روانہ تھا

اس کے لئے دعا کا الف تازیانہ تھا

تا چرخ جا کے وہ فرس آیا جو وقت جست — سمجھے شفق اسکی ہر اک جا ہے بند و بست
سجدے کو جھک گئے مے غفلت سے تھے جو مست — بھولے خدا کو جیسے کوئی سامری پرست
گمراہی کام کرنے لگی مکر و سحر کا
گھوڑا سبھوں کی آنکھوں میں گوسالہ بن گیا

راکب سے کہہ رہا تھا کدھر جاؤں کیا کروں — جی میں ہے غرب و شرق کے باہر پھرا کروں
سیر زمیں تو ہو چکی سیر سما کروں — واں بھی جو تنگ آؤں تو محشر بپا کروں
وسعت ہے تنگ ایسے چھلاوے کے واسطے
دونوں جہاں بس نہیں کاوے کے واسطے

وہ تیز رو کہ پائے اباد سے کیا مجال — کھول اگر ہرن کوئی تا خیش دے نکال
اس کی تو گرد تک بھی پہنچتا نہیں خیال — ہے نیم جست حد جنوبی سے تا شمال
غصہ سے مرکب آگ ہے راکب میں نور ہے
گھوڑا وہ برق ہے جو سر شمع طور ہے

کیا ہو بیان جوہر شمشیر آبدار — ہمروئے ذوالفقار ہم خوئے ذوالفقار
جبریل سے کہو کہ نہ روکیں پروں پہ وار — یہ خوف ہے کہ پر نہ کٹیں اور تین چار

ایسا ہی حسام کا وقت ستیز ہے
منہ پر مرے نہ آؤ زباں میری تیز ہے

ہوں ایک میل راہ پہ سو منزلوں میں ہوں   رونق ہے ہر جگہ مری سب محفلوں میں ہوں
پہلو میں دل ہوں اور محبت لوں میں ہوں   لیلیٰ ہوں ایک اور کبھی محملوں میں ہوں
طرہ اگر ہوں سر پہ تو گردن میں ہار ہوں
دشمن بھی مجھ پہ مرتے ہیں وہ گلعذار ہوں

پیاسی ہوں اور آب کا قطرہ گلو میں ہوں   ہونٹوں پہ بات لطف بیاں گفتگو میں ہوں
میں وہ بہار ہوں کہ ہر اک رنگ و بو میں ہوں   رگہائے تن میں خون ہوں سرخی لہو میں ہوں
شریاں میں دوڑتی ہوں کلیجے کے پار ہوں
سب اک نیار ہیں میں غضب ذوالفقار ہوں

مانند خضر رہبر راہ عدم ہوں میں   جوہر سے سبز پوش ہوں کیا ان سے کم ہوں میں
گہ شوخی نگاہ غزال حرم ہوں میں   پنجہ ہوں شیر کا کبھی اژدر کا دم ہوں میں
اک جست اگر کروں تو پکڑ لاؤں برق کو
منہ کھول دوں تو نگلوں ابھی شرق و غرب کو

اترا جو شیر حسن کی شمشیر کا غلاف   سر کھینچ کر دبک گئے دیوان کوہ قاف

کیا چار جوہر اس کو ملے تھے دم مصاف منہ لال رنگ سبز نظر تیز ہاتھ صاف
آگ آب اور باد پہ قبضہ اسی کا تھا
لو چار عنصروں پہ بھی قبضہ اسی کا تھا

برپا تھا حشر غلغلۂ دار و گیر تھا تیغ شرر فشاں سے جلا جو شریر تھا
جو کوئی تھا جوان وہ دہشت سے پیر تھا جو پیر تھا وہ دام اجل میں اسیر تھا
طاقت گریز کی تھی نہ یارا فرار کا
جنگل میں جیسے حال ہو بے دم شکار کا

جب افسروں کو مار لیا رول رول کے لشکر پہ آئی تیغ وہ دم تول تول کے
سب مر رہے تھے بھوک لگی بول بول کے پھل کھا رہے تھے تیغ کا منہ کھول کھول کے
دو دن کے بھوکے پیاسے نے کھانا کھلا دیا
لشکر کو سارے تیغ کا پانی پلا دیا

پیدل ہزاروں مارے گئے سیکڑوں سوار تھا لال لال صفحۂ میدان کارزار
لشکر میں الحفیظ کی تھی چار سو پکار چلایا ابن سعد سیہ بخت و نابکار
کیوں ہاتھ دھو کے بیٹھ گئے اپنی جان سے
افسوس لاکھوں ڈر گئے اک نوجوان سے

انعام اپنے پاس سے دوں گا میں اس قدر ہر سر کی سونے چاندی سے بھر جائیگی سپر
غالب جو ہو گئی طمع مال و سیم و زر باندھی کمر لعینوں نے اکبر کے قتل پر

نیزے لگائے بڑھ کے شبیہ رسول پہ
زنبور کے تھے سینکڑوں نیش ایک پھول پہ

اکبر کا سینہ پھول تھا نیزے تھے مثل خار   اس گلبدن کے جسم میں کانٹے چبھے ہزار
یوں برچھیوں میں تھا جگر شاہ نامدار   اغیار کی نگاہوں میں جس طرح روئے یار
آمد تھی منہ سے خون کی صدمہ وہ جان پہ تھا   لخت جگر ہر ایک کی نوک سناں پہ تھا
قربان جرأت پسر ابن مرتضٰے   زخمی کیا تھا جس نے اسی پر جھپٹ پڑا
تلوار کی زبان سے سر کر دیا جدا   حیدر نے دی صدا کہ مرے شیر مرحبا
آنے لگا جو غش تو پکارا حسینؑ کو   بابا سنبھالو آکے اب اس نور عین کو
کس منہ سے اب بیان کروں حالت حسینؑ   رونا وہ اہل بیت کا وہ رقت حسین
مثل کمان خمیدہ ہوا قامت حسینؑ   دوڑے جگر پکڑ کے زہے ہمت حسین
بے طاقتی لپٹنے لگی گرد کی طرح   اٹھ اٹھ کے بیٹھ بیٹھ گئے درد کی طرح
سیدھے ہوئے سنبھل کے تو گھبرا کے گر پڑے   رکھا کہیں قدم تو کہیں جا کے گر پڑے
اٹھے جو ہاتھ ٹیک کے تھرا کے گر پڑے   یوں ہی قریب نعش پسر آ کے گر پڑے
اکبر جو محو غلغلۂ العطش ہوئے   منہ رکھ کے منہ پہ دلدی کہ کیا غش ہوئے
رونے کا ہے مقام نہ کیوں آنکھ ڈبڈبائے   مومن یہ سن کے ماجرا آنسو نہ کیوں بہائے
ہوتا ہے صدمہ روح پہ کیوں کر نہ دل بھر آئے   کافر بھی دل کو تھام کے کہتے ہیں ہائے ہائے
گو خلق یہ کہے کہ بڑا متقی ہے وہ   صدمہ نہ جس کے دل پہ ہو اس سے شقی ہے وہ

کتب خانہ
ناموس محمدیہ